

U35949.

19.12.15

Title - NATURAL SHAYARI

Creator - Musattilis Mungli Safdar Ali Safdar
Mirzapuri.

Publisher - Mahadev Parshod Taji Kulte Publisher
(Lucknow).

Date - N.A.

Pages - 56.

Subjects - Urdu Shayari - Jutikhat - Nazm

نیمچرل شاعری

مشاہیر فرامند کی دلچسپ نیمچرل نظموں کا نادر مجموعہ جس کے
ایک ایک مصرع سے فطرت کا مرقع آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا ہے

مرتبہ

مشہور مخد خباب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزا اپوری

مہادیو پرشاد تاجر کتب (پبلشر) لکھنؤ

مرقع ادب کا دوسرا دشن

ادب اردو کے ہر دور و حضرت صدقہ مرزا پوری نے یہ کتاب تالیف نہیں
 فرمائی بلکہ ادبی دنیا پر ایک بڑا احسان کیا جو اس کتاب میں ان مشہور انشا پردازوں
 اور محقق استادوں کے لچسپ اور پر از معلومات خطوط فراہم کئے ہیں جنکی
 زبان زمانہ موجودہ اور زمانہ گذشتہ متصل میں مستند مانی گئی ہو خطوط بھی وہیں
 جو علی خاں لکے علاوہ زبان اور محاورات کی جان میں بہر خط اپنے انداز اور اپنے رنگ کے
 لحاظ سے عجیب شان رکھتا ہو استادوں کی جدا جدا طرز تحریر یہ بتا رہی ہو کہ اردو زبان
 کس قدر شیریں ہو اور آسین کس قدر سوت ہو یہ کتاب نہیں بلکہ ایک مجسم ادیب ہے
 جس کے مطالعہ سے انشا پر وازی کا سلیقہ اور خطوط نویسی کا پورا پورا سبق حاصل ہوتا ہے
 کاغذ اور لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہو شاہین زبان اردو کو در خواست خریداری
 جلد بھیجنا چاہئے ورنہ تیرے ادب کا انتظار نہایت عجیب ہو کر ناگزیر کیا قیمت عام دیکھو طلباء
 مہادیو پرشاد تاجر کتابیں بالکھنڈ

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U35949

نیچرل شاہ

CHECKED 2002

خونِ تبت

مروتہ بھر جان میں لایا جا کہ کچھ لاشاگر
 زمین نہ مانے کہ کھائی کے نقشِ قدم کا خاک
 ملی نہ سکتے سے ہر فرصت جہاں تیرا سر لایا
 یہ بخت وارتان کے ہیں کہ جسے کہ لایا جی واک
 غضب کیا دہرے سیرتے ستم کیا چھوڑ دینے
 کہیں نہ سمجھ لگی تافا استہر کہ خوشی نکلا کی کہ
 یہ شانِ فرسودہ ملائی ہے کہ نام کیا ہو مرشدان
 گزر گئے دن ہی طرح سے میری زندگی اپنی راتیں
 میرے ہر نفس کے دل چہرہ نہ ہائی ہفتہ دام

شرارہ غم بود چلے کر زیرِ دانِ ہفتہ دام
 کہ تپے تپے پہ آتشِ ناز جو ہے بے آگہان میں
 وہ دن گئے جاگتے تھی جب ہادی آہ دہلائی ہو
 میں تھما تھما ہر صحت کے تیرے گزریاں میں
 کہہ گئے کہ سے ہا رہے آتشِ نشانی میں
 ہوس ہو جسکی خاک ہو کہ ملائی ہے باغبان میں
 ہزار سال میں لاکھوں دھندلے ہوئی گزشتہ
 یہ تھکے ہوئے ہیں ہر خطِ پیادہ پرز کا میں
 آگے کہ غضب کی آتش ہو کہ ہی ہو خور دل میں

ہمارے حال زبون سے بروم نہیں بول رہی اے بل
خفا میں ہم ہی زندگی سے خوش آئیں کیا ہمسفر ہو
خدا کا دل سے سیاہی میں جو سر نہ کھلا ہم کو
کیسی امید یوں نہ لگے کیسی تقدیر یوں نہ چوگے

بہ انگلے کسے درمجا پر نشو و نماستان مارا
وزارے برق خاطر آکڑن پہ حلاۃ آشیان مارا

یہ جو چھلے بندشیں کہ جو ملک سے کیا جان چوری ہے
رفیق کو کو گزشتہ نہ صدے مصیبتیں ہر حق کیسے شری
نہ در و نہ شور نہ سدا رہا جو ضعیف عاجز شکستہ ہرینہ
اکھی کیوں کچ مک رہا ہمارے حالات میں کچ نہر
کیا دم بھر حادث نے فرج یوں ہے درج ہر کو
جوانے بھرتے زور سے زمین سے کچہ لطف زندگی کا
ہے آکھو کھل اچھٹا کیڑی زول میں بول کیڑی
ہمیں اگر خاک پر گرایا تو لے ملک تو نے کیا گرایا

فرسیدے رسید انیک یہ مرض نیست پستی ما
زرنگ جند نیستی نمود و نہ غانہ روئے پستی ما

ملک بھی الدین قمر

پیام عشق

سن لے ملک بگا رو دہلو میں ناز یوں تو سنا ہو جا
نہیں ہے وابستہ زور گر دن کمال شان کندہ کی
غرض ہے یہ کار زندگی سے کمال پاسے لال تر
دیکھ خاموش دل میں ایسا ستم کس در و نہ ہو
نہو خاموش سنا گچھیں اسی سے قائم ہو شان کی
گئے وہ ایام اب نہ ماز نہیں ہے صحر اور دیوں کا

میں غمزدی سوسناٹ دل کا ہوں تو سرا پا باز ہو جا
تمام سامان ہی ترے سینے میں تو ہی آئینہ سار ہو جا
جہان کا فرض قدیم ہے تو ادا مسائل سار ہو جا
کہ اپنے سینہ میں اک پر خید صورت عورت راز ہو جا
و فرج ہے اگر چین میں تو اور دامن دراز ہو جا
جہان میں ماند شمع سوزان میان محفل گدا ہو جا

وجودِ خدا کا تجازی سچے سچے قوم سے حقیقی
 ہونے کے فرقہ ساز اقبال آنکری کر رہے ہیں گویا
 بچکے دامنِ برون سے اپنا خیال راہِ حجاز بوجھا
 ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ

ماہم آرزو

سخت جنگ کی تھپیڑ ناکام آرزو
 آہ لے کر فریبِ خورہ نقشِ امید آہ !
 طللِ امل کے درمیں تو نہیں کے گویا
 سب سے بڑی زندگی کا رقص ہے بھیک سال
 لطفی ہی سے کریش خیالی میں ست تھا
 مٹھو بیے باز مٹھنا تھا ہزاروں گریہ
 اول تو خواہشیں ہی تری ہنسیاں تھیں
 آخسر بنی نہ باتِ طلسم خیالی کی
 معلوم کر سکا نہ تو لے کے خبر کبھی
 مقصد تیرے جہان میں آگے سے کچھ نہ تھا
 ان کشتہ امید بچا کہہ رہا ہے تو
 اب میں چون اللہ ماتم یک شہر آئندہ
 رہنا اعلیٰ وحشت کا کلمتہ

کلام اکبر

ہوئی جو مجھ سے یہ فرمائش بہت ممتاز
 لگا دے اسے کوئی مسیح عیسیٰ نہیں
 کہ یہ میں نے جو ہے قید حسنِ روحی کی
 کہ میں نے سایہ مری جانِ اوزارہ کر پتوار
 کہ میں شوقین تو کچھ بہت ممتاز
 کہ میں نے شوقِ نشاط آور و نگاہِ نواز
 کہ میں نے سایہ مری جانِ اوزارہ کر پتوار

دور ماہ از سر ساز تر باز ماہ ساز

خوش کام کا انسان میں نہ تھا + یہ لازم ہے اُسے چھوڑے چھوڑا
مری دس دس سے جگڑی ہی آفر اور ٹھایا اور سنے "ہنٹھڑے ہو رہا"

عروس پر تشنگال

وہ کہاں ہے؟ کہ اے ناظر! ناظر! آفریں
اب وہ شوخی ہے نہ نقش و نگار و نشین
اور یہ وہی اب گشتاں کا وہ اہل ہو گیا
وہی تھکی اب کہاں ہے وہ نقاب شنیں
آسمان پر اب کہاں وہ لکڑے ابر سیاہ
دش نازک پر کہاں اب آہ و بکا
وہی تھی آہ ساکن کی جو ران اب کہاں
اب کہان پر کہاں کی چھائی باؤں تیا
اب کہاں کر کل کے غم کی سرخی آں وہ
اسے وہ دلکش تہ نے میں کہاں لے آئے
لیکن سرے کے وہ ٹوٹے آنکھوں کی کلین
کر رہی ہے بلی شب اب اب اداستہ
جھوٹے چوڑے خوشنما رو کی انشاں گبین

اب کہاں تری ماہ میں اب عروس پر تشنگال
اسے وہ دلکش نقائیں اب عروس پر تشنگال

اب کہاں آنکھوں میں وہ سرخی رہا تین
اب کہاں چھوٹن کا بچل اب کہاں ادریم
اب تھکی وہ کہاں جو ہی کے کلین کی ادا
اب سینوں کی کہاں نہ دیوانہ میں بلی وہ چال
اب کہاں دوس خراج کی سرخی تاریکی وہ گرا
وہ بھی رت تھی کیا سہانی وہ بھی کیا یاد ان
آہی ہر گل سے ہے باگت گشت و گزیر
جوش گل جوش نموجوش جین جوش شباب
اب کہاں وہ جاہل شری اب کہاں شامین
اب کہاں وقت محروہ خوش دلمان حسین
وہ کیسے میں کہاں جھپٹے ہوئے پیکلین
اب کہاں نہروین وہ کیفیت سلیمان
اسے وہ دن آسمان تھا بج رہا تین
خاویجہ آہ جھپٹے ہوئے خراج حسین
اوسوں گزرتے زو آہ کیا باین حسین
ترے غم کے آہ چاروں تھے نے چاروں
اب کہاں تری ماہ میں اب عروس پر تشنگال

لے گئی تو ساتھ اپنے آہ کیا کالی گشتا
بادہ خوشون کی ہے لب پر ہاسے ستالی گشتا

تو کہاں ہے کہ اسے اسلام جان بقرار
 شہرے لگ لگائیں پھر ہی اسی دہرائی کو
 کہہ گئے پھل سے پھل سے پھل کی لقا
 اُنک وہ مستی پرستی لک لک دلائی ہوئی
 اور دی دوی وہ کشا کشا کشا کشا کشا
 تازہ نون کا وہ سرور نہ بھولا بھولا
 چہرے لائی وہ دانی دانی چند لائی ہوئی
 مٹی مٹی لکھن میں اُنک وہ لکھن کی
 آہ اے لکھن منظر ادا جاتے ہیں جب
 اُنک تھی لکھن ادائی لے عروس برنگال
 لکھن میں پھر مٹی اُنی لے عروس برنگال
 سر در جہان آبادی

تضمین حضرت مضطر بخزل خود

بڑا سننے کے قابل ہے مگر حال بستر
 ہو سکا جب نہ گوارہ غم مجھ پر دلبر
 کہ چہ ویر میں چلے پئے دیار تہان
 تاکہ پائے دل بیتاب کسی دم تو قرار
 اور تیر میر ہی ہے پئے تظارہ یار
 آہی جا گیا مقل کی مٹی وہ آفتِ جان
 ابھی آیا تو وہاں رہنے سے مٹ جاگئی اُس
 اپنے گھر کا مجھے رہنا تو اب آتا نہیں رہا
 رنگ بلا صفت گنبد چرخ گردان ہوا
 یاد روئے بہت عیار میں پھر پوجا
 اپنی سبائی بہ چندن کا لگا یا تیر کا

رام کا نام کیا آٹھ سیر و روٹ ان
 کیلے سرن ملوث دیر تیان منہ موڑا
 بھوٹ بچ رشتہ زنا سے رشتہ چوڑا
 عشق کا مرے کیا زور جو تھوڑا تھوڑا
 دین و ایمان کے اللہ کے اور پھوڑا
 اور ہوے جانش کر کے ستم فوج و دان

بھلی کھینچ کے جب بھگو تھائے دلی
 ایک سے ایک نظر آگئی صورت اچھی
 پس ایسی حال میں اور جو مری آنکھ اٹھی
 دیکھتا کیا ہوں لب لبام وہی رشک کی
 جسکو میں ڈھونڈنے لگا تھا کھری پریشان

دیکھتے ہی یہ ہوا حال کہ تو رب اللہ
 لب خاموش نے سیکھی روش ناز واد
 میں سے کھلا کہہ تنہا ہے انسانی جو گاہ
 اللہ وہ چار پریزاؤں تھیں اس کے چہرہ
 کثرت عیش سے ہے خندہ زان سیر کمان

کئی میل پھر کے دکھائی ہے نزلے انداز
 اپنے آپ کی تھیں سب کو جوانی پہچان
 ان میں معلوم تھا ہر ایک کو ہر ایک کا راز
 میں نے یہ حال جو دیکھا تو دکائی آواز
 میں برہن ہوں تیار بنا ہوں راز نہان

ادن کے کاؤن تنگ آواز جو سیری آئی
 سب نے آپس میں کہا اسکو بلاؤ تو سہی
 اٹھ کے بجزہ وازاز داؤاؤ شوشی
 ایک ادن میں سے دیکھاری کہ اسے مارو شوشی
 ادھر اکالہ جرتو لا نام پر کیا؟ اگر جو کمان؟؟

تھیسے کچھ پھین گئے ہم رازدلی نے ماہر
 دل تباب کو رہی ہے کسی کی خاطر
 جو گلیان دل میں جولیتا ہے اُسے کڑا ہر
 سنی سکے بات کہا میں نے کہ حاضر حاضر
 آگیا میں بھی سر رام وہ بھی جہان

باتد میں باتد دیا عمر بتائی پیسے
 زرا کچھ کھینچ کے پھر ادسبہ حال کے
 سن چکی جب ترشے ناز سے سر ہوڑا
 پر جیتی کیا میں کہ عاشق میں ہوا کھتے
 ادن میں کس کو مرے ملے کا بہت واران

اپنے جی میں یہ کہا میں نے کہ اب مار لیا
 آگیا جال ہے بار دن کے یہ جلتا پر زرا
 جی پر لڑنے کیلئے اُس بیت الٹائی کا
 میں یہ لڑا کہ ابھی آپ پہ لاکھوں ہیں ندا
 مختصر ہے کہ دم دیتے ہیں سبیل جہان

آب کے نام پر مرنے پر اک فروغ
تم سلامت رہو عاشقین میں تمہارے گھر
مذکرہ کپڑی کا کرتے ہیں سب خام بھر
ان میں بھی سیکڑا نہ جو دہا ہے تم پر

حکم دو نام بنائے کا تو کہہ دن جا مان
کھین ایسا نہ ہو تنگی کا بھٹی ہو جلا
پہلے یہ شرط طھر جائے کہ پڑا نہ تھا
میں کے یہ بات کہا اُس نے کہ سچ سچ بتلا

ابن کا کیا نام ہے کیا حال ہے کیا ہی حیا
جو کہ لگتا کہہ ایں نے کہ ہاں حال سنو
میر بھی کہتا ہوں کہ ناراض نہ ہو اذکر
جب کر رہا کہتا ہے کہ ہاں کہہ ڈالو

حال تو اپنا سوال کر وہ خود ہے پرسان
جو کہ اوس بالی سید کہ تھا حسن پہاڑ
پہے میں نے بھی سائے سخن مجروریا
اور پھر طرہ عروہی سے دبا کر آدھار

بچہ وہ مقرر صفت ماہی ہے اک تیان
ایک دنیا میں ترا عاشق صادق ہو رہی
یوں دوسرے ہیں ترے نام پر کھان بھی
ایسی الفت بخدا میں نے نہ کبھی رہی

تو ہی مقرر برکت ہے بے ریلک
نام سنے ہی وہ ہل لے میں جان لگی
تو دیر سے ہیں ترے نام پر کھان بھی
تو ہی مقرر برکت ہے بے ریلک

کہہ کے یہ میری طرف میں غصہ کیا دیکھا
اوس گھڑی خود کے مائے مجھے کچھ نہ تھا
تیرہ یان میرے گین اندام میں لرزہ آلا
اسکے منہ سے یہ نکھٹا تھا کہ میں میں سمجھا

نہ رہا نہ نہ بیان کر میں کون ہوں جاتا پھرتا
خیر بھاگا تھا تو بھاگا تھا ہی موتہ تھا
وسل اوس سے نہ ہوا تو نہ سہی نہ لایا
یہ سب ایک طرف رہا ہے یہ سب ہر اکھا

خود پوش کی پوٹھی ورق تاب دوان
میر تم اس پر لڑا کہ میں میں بھولا
میر تم اس پر لڑا کہ میں میں بھولا

میر تم اس پر لڑا کہ میں میں بھولا

”جوگی“

صبح کو مطلع آیا ان سے جب عالم بقرہ ہوا
سب چاند ستارے ماند ہیں خورشید کا نور ظہور ہوا

مستاز ہونے کا شوق بھی جاتا نہ لوگ ان کے مقلد بھی
جب اس کا سوا کسی اور بھی ہر شے ختم نہال لاپرواہی
سب کا حال ان کے کان سے گزرے گا کی تائید میں لے لے
سہرے نے بساط کجائی کی تادیب نہ ہو جائی تھی
نہاں کش عرفت دلیل اسد جلال ضلیک استاذ

اس مال میں ایک سپاہی یہ جانکلا تاخر دیرانہ
 پہلے دن حضرت سے لڑنے سے پہلے چھوٹا ہوا تھا
 پہلے دن کے آٹھ بجے تھے چارویں کھڑے چلے گئے
 عثمان غفرلہ پر ہوتا تھا کہ دست فتنہ نہ میرا
 تھا کہ کھڑے ہو کر لڑا کہ کھڑے ہو کر لڑا
 سب غلے سے بیگانہ دست فتنہ دیرانہ
 ہوئی سے آگے چلے گئے ان جھک کر ہوئے سک

تسلیم کرنا کہ اس نے اسی نے کلام کیا
 کہوں اے اے جوگی کہ تم کس نے آئے تھے ہو
 کئی جگر لعل چاہی کا کئی نیکو آگے ہے اسی کا
 ہم جس دیکر جھوٹے اسے اسی گری سے منہ منہ ہے
 تم جو جا کر تے ہو دین کی ہم سیکار تے ہیں ساتھی کی
 سنا سے یہاں کہو میرے میں میں اسی کا ہے
 میں مست قلندر جوگی نے جسے تیرے چہناب کیا

کچھ دیر تو ہم خاموش رہے پھر چنگی سے چٹا کیا
 ہر دم پر یہی سبقتی دست آغوش میں کوئی
 آبادی سے فاصلہ کیا تو بہت میں کیا جو یہاں
 کیا سچ میں کیا اندر میں سب جلوہ جو درجہ افتخار کا
 جی شہر میں خوب بھلتا ہے دران میں عشق چھپاؤ
 دران دل کا غفر کھلتا ہے ہر رنگ میں مومن متاثر

ان عجیبی جیڑی باتوں سے مرث جوگی کو جیسا ایا
 جو شہر و عین مثل شہر بہت اور عین مینا کا زور بہت
 جو شہر و عین سوز و غم نفسانی جنگل میں جو جیڑی لینی
 ہم جنگل کے جیل کھاتے ہیں جنہوں سے پائن جھاتے ہیں
 سر کا کاس کا منڈیل جو دہرتی پہاڑی محل سے
 جب جیڑی کے پہاڑی گونگے ہیں سنی کارنگ کاتے ہیں
 یان بھی لگا کر تیرے ہیچ کے سندس سناتے ہیں
 ہے پیٹ کا ہر دم و سنان کھنکھان اور انہیں کھنکھان
 تو سن کو دہرتی میں لگاتے ہیں چیم کو دل سے بھلاتے ہو
 دین دولت کافی حالی سے یہ تیار رام کمانی ہو
 یہ عالم عالم کافی ہے اتنی ہے ذات خدا ایا
 جو گنگ بھائی جتنوں سے جیڑی سہ نہ تیل گرا ایا
 ہے تے میں گری میں جیڑی سہ نہ لکھن کی کا جیڑی ایا
 ہے گری گری گری کثرت کی ہیں وحدت کا دریا ایا
 رام کے اندر سے جیڑی ہی پہاڑی نہیں ہوا ایا
 دن کو سورج کی پھل جو شب کو سنان کی بھلا ایا
 چنے طنز کیا تے میں گونگے ہے طار ہوا ایا
 یان رد پا زپ دکھاتے ہیں پیل پیل در گرا ایا
 سل جیڑی ٹکان کھنکھان دیتے ہیں کھنکھان ایا
 مائی و پیل گونگے ہو تم بندہ عرص ہوا ایا

جمہری خوشی جو خان تھوڑا شیر

گل سنج

کیا شمع اور دکنش لے گل سے رنگ تیرا
 خالق نے جھکو رنگین حارس عطا کیا ہے
 تو شمع نخل میں ہے اور نخل بلخ میں ہے
 کیا و لفریب صورت پیدا ہوئی ہے تیری
 پہلے شمار ہونے کو گرد گھومتی ہے
 وہ عندلیب گلشن جو ہم نوا ہے سہری
 شاخوں میں تیکو جھولا مار صبا جھولائے
 غنچہ رہے گل گل ہو خوش تیری ہر ادا ہے
 صورت سے تیری ظاہر قدرت ہوئی خدا کی
 غنچہ تھا پیشتر تو اب ہے گل سست گفتہ
 باغوں میں تیری ہستی دل کو بھار ہی ہے
 جس سے شگفتہ ہر دم رہتا ہے قلب میرا
 بیل کے خون میں باتوں سے اسے رنگ ہے
 خوشامیوست تیری لیکن دماغ میں ہے
 بیل غریب اسی سے شیدا ہوئی ہے تیری
 آغوش میں رہے کر بھر جھکو چمتی ہے
 تو دل رہا ہے اس کا دلدادہ ہے وہ تیری
 پیڑوں میں تیری رنگت نظارے کو بھٹائے
 شیدا ہیں تجھے سب، تو کچھ ایسا خوشما ہے
 ذرت سے تیری ظاہر حکمت ہوئی خدا کی
 گھولا اسے ہوانے جو راز عطا خفستہ
 شاخوں سے تیری ہستی دل کو بھار ہی ہے

رخسار تک جو تیرے شدت کی دھوپ پہنچی
 بکھرے نہ یا کئی کوئی درق گلون کا
 ہے کبھی پیاری پیاری اسکی عجیب خلقت
 ہر محل سے نزارہ تو رونق میں سے ہے
 لے گل پہان سے نکلا تو درناک ہو گا
 جب تک درنا شکوہ کچھ باغیان نہ لولا
 نادان ہے کہ کھولا اپنے دہن کو تو نے
 اب بستر تو غور ہٹا آئی بھی نہ آفت
 دست چھانے کھین سے کیا بچے کا اب تو
 صبا اور کھین کے کہ تو بستر ہی ہے
 چینی کی ہے فرقت میں تندیب گشتیں
 بجلی نران کی بیل کی جان پر گرے گی
 او عندلیب ادا گل لا نکو میں مبارک
 شمع شمع قیمت، ادا میں غنیمت
 میری جہان کی اپنی مثال ہے تو
 کھین نے بیت آخر میرا وطن چھوڑا یا
 او محل طریکی اور گلستان کی رونق
 او کھرے رنگ و لہو اور سچ کال چائے
 ملک نے تیرے حب تک رشتہ کو خود نہ توڑا
 قلاب ہے در اس سے کس بیرونی سے بھگو
 اپنے گل پر تو لے گل جو عمر کرتا
 جی کی طرح لیکن ہے بے قصور تو بھی
 بابر حکم خان کا ہے ضرور تو بھی

محمد حسین مخدومی

صبح بہار

۱۔ سہانا روز کا نظر کار ہے گا یادگار
 ہے شوق یاد دہی تو دہ گونہ گونہ لالہ زار
 یہ محراب ہے یا کہ ہے رنگ رخ قد سے جھج
 ہو گیا فیض محراب سے بھر کر دہن چنگیز
 عمارت سے نکلتے ہیں یوسف یا تری اس صبح کا
 حور کا دست نگاہیں پہن کر کف الحفیضہ
 خوشہ گندم سے سنبل کف عذرا یقین ہے
 پھٹکتی ہے باہر گروہ پر کمندانی کرن
 حور کا جلوہ دکھائی ہے یہ صبح جان ناز
 قرنی اشمس اس کے زریا ہر صبح کی
 چشمہ زریا میں حور کے لکے گی یہ بھر
 خیط البیض پہنیں در اندھین پہ لکے
 اکبرین دونوں طنائیں خیرہ افلاک کی
 حورہ ہے کہ مٹی جسکی فلک کو آرزو

۲۔ صبح پر جس کے کیا گردن نے مارا کوثر
 ہے بھر یا سبزہ سلسا آسمان میں آفتاب
 یہ شوق ہے یا کہ ہے خون رنگ لہر بہار
 بگلی لطف ہوا سے کہکشان چمکتا ہے
 ایسا گونہ زریا میں ہے وہ شاہ جادو
 انہی میں یا نظر آتا ہے یہ رنگ خدار
 گورہ سے کہ یا تہ میں سلی سے رخت شکبار
 کہ اسے تیر شامی سر طائر کو شکار
 جس کے گلو گلو سے سپیدہ حور کا چہرہ
 نکلتے ہیں حور سے آبیوندگی یہ سپین غلہ
 گنبد یو فری پر لکھی رسم میں سر قرار
 میر کر آیا ہے حور یا سے نامید اکبار
 پایہ کھو ہے عنان اہل اسل و نہار
 ماتہ بھر حور شد کہ تھا اس حور کا نظار

دولت بیدار تو ہر وقت ہاتھ آتی نہیں
 گلی ہے خلد سے یہ ایک ساعت مستعار

طلوع آفتاب

شاید ترین پر آنا نظر ساغر کف
 ہاتھ میں ساغر قد میں لہریں شانہ جھج
 چھکی جاتی ہے جو اکھڑا ہے بوجھ توڑی
 وحش مٹی سے سما آبی نہیں حور کی بج

۱۔ شر سے ہرین لہریں زچہ چشم میگسار
 گر نسیم آئی تو بیوری چڑھ گئی ہے خستہ
 کیا ہے دوشینہ کا بانی ایسی تک پی خوار
 ہو گئی آخر قیاس کے در قشاق سب تار
 (سید علی حسین علیا طباطبائی نظم لکھنوی)

کلام کبریا آبادی خمس بر غزل شاہ ظفر دہلوی

گلابی سراں کبھی ایسی تری تھی قند سرج لب ساحل کبھی ایسی تری تھی
 ہنگامی تری قائل کبھی ایسی تری تھی استکبری مجھے مشکل کبھی ایسی تری تھی
 مہیسی اب ہے تری فضل کبھی ایسی تری تھی
 کرتی ہے خلق کو لیلہ کے لہریں مفتون ہند کے دل کو بھالیتا ہوں کانہیوں
 لاہوت ہی جو ہے شاید کہ اسیر و محزون اسے گوان کرئی زندان میں نیا پوچھوں
 آئی آواز سلاسل کبھی ایسی تری تھی
 پیشتر اس سے طابع کے نہ تھے پہلو کہیں اشتان کی تھی اگر کہیں صبح و شام
 لے کر سینوں دیا وہ چین و گل رو تری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
 کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تری تھی

میں اقبالان شاعر شجر طبیعت

گلاب ہائی ازل سے جو گلاب میں رہے ہر ایک چیز میں دیکھا اسے کہیں میں نہ
 سال دیں میں لذت سے اے کلیم ایسی ہزار رشتی ہے وہ ہی نہیں میں نے
 سنے نہ کوئی غزیت کی داستان مجھ سے بھلا آئینہ بیان اولین میں نے
 مٹی نہ میری طبیعت راض جنت میں پاشعہ کا جب جام آتشیں میں نے
 یہی حقیقت عالم کی جستجو مجھ کو دکھایا ادج خیال فلک نشیں میں نے
 طالع کعبہ بند کچھ اسباب کیا قرآنہ زیر فلک کہیں میں نے
 نکالا کہے سے چہر کی صورتوں کے کبھی کبھی بتوں کو بنا یا حرم نشیں میں نے
 کبھی میں ذوقِ نظم میں طوہر پہ چڑھا چھپا یا قند ازل زیر آستیں میں نے
 کبھی میں غار میں چھپا رہا برسوں دیا جہان کو کبھی جامِ مرہیں میں نے
 کبھی میں قتل ہو کر لائے میدان میں کہی کہ سکہ ستم پہی آفریں میں نے
 کہ کسی نے نہ سنا نہ عرض و کرسی کا وہ ساوہ لہجہ چون کہ لیا نصیب میں نے
 ستایا ہند میں اگر سرد و سردانی

میں نے ابھار اخلق کو طاعت کروگا رہ
نقش اسی کا رہ گیا صفحہ در گاہ پر
شاہ دیر کے تو نام دیکھئے کس قدر
سکہ نام انبیا اب بھی ہے ہر دیا پر

”مبتلائے غم“

صبح صبح کدھر کا نسیم اراد ہے
مبار شام اودھ کی ہے سیر نظر
اگر یہ سچ ہے تو سن مجھ سے دیکھو بھٹن
اگر ٹھیک نہ لگی راہ تو نئے کاٹھے
چمن نہیں ہے وہ اک حور زلف کی ہر گلی
وہ ان پونچھے ادب سے فدا ہو گیا
کو لوزاق نصیبوں کے سونے والے
تجھے خبر نہیں کیا تنظر کی حالت ہے
وہ رام پور جو ہے وہ تک مشہور
شکستہ حال سا ہے اک جوان عاشق تن
جگر بکھا ہے ہوئے کسی کے عشق کی بٹا
بہ جانے کس نے کیا ہی اسے تہیاد
غیاں یار میں وہ باہر ہے آٹھ پہر
کبھی تو گرم چمن نالے بھی ہیں سرد ہیں
نہ ان حال سے کہتا ہے بے قرار ہو گئیں
جہان ادھر کا کوئی شخص ادھر کو نکلا
جلیل کہتے ہیں اور سکو اگر چہ وہ نسل
جہت ستانی ہے جسرت بے قراری ن

تاکون سا بارغ آج تو نے تاکا ہے
کچھ گیا میں تو سچاں سے یہ پید ہے
وہ راستہ ہے جو رہا رب کی سمت جاتا ہے
اودھ میں ایک چمن دل سا جو گفتم ہے
گلی نہیں ہے وہ بارغ ارم کا تھا ہے
پکارنا پھر اسے بڑھ کے جہاں کر جاسے
تجھے خبر نہیں دیا میں ہو یا کیا ہے
تجھے خبر نہیں مر مر کے کون جیتا ہے
میں کیا کہوں کہ وہاں میں نے کس کو دیکھا ہے
غریب ہر فلک پر کا ستیا ہے
جو حال دل کا ہو وہ آنکھ سے ٹپکتا ہے
بہ جانے کون سا قابل ہے جس پر تپا ہے
نہ اپنا ہوش نہ او کو کسی کی پروا ہے
کبھی سکوت ہو ایسا کہ شک سا ہو تپا ہے
کبھی جگہ کبھی دل پہ ہاتھ رکھتا ہے
نگاہ شوق سے کھڑکوں اسے وہ لکھا ہے
خواب حال ہے پر آدمی وہ اچھا ہے
ادھر کو لکھا اچھا اور ٹھاکر یہ شرط تھا ہے

”بنا یا کہ ترا تنگ در کما رہ کشم“
”تنگ آمدہ ام چند انتظار کشم“

نئی تہذیب

ہر مشرق میں مغرب کی شاعریں کیسی
 صنم انگش پڑے جیسے ہن کا لڑوئے
 نہ وہ انگش سے نکلتے نہ وہ فرش زرین
 حقدار بان کی وہ رسم کہاں اگلی سی
 کوٹ اچھلن کو ریت ہوئی ریت پائے
 حجاب جہنم میں کھلنے لگے لپٹ کر کلب
 سیر و تفریح کے ارمان ہیں اندر اسلند
 جگہ کا سایا بھی ملک نہیں دیکھا تھا جی

نئی تہذیب میں ہے پر وہ دہری بھی اقتدار

اجڑا ٹھٹھا چہرہ اور داغ نظر آتا ہے مجھے

حضرت صفدر مرزا پوری

کنوارین

ادھر غمزہ و خوشی و عشوہ و انداز
 نہ دل میں برا نہ محبت، نہ ریزنا نہ زنا
 کنوارین بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 وہ حسن نور کا سانچہ وہ سادگی و جمال
 وہ مکیلا پن وہ لڑکپن وہ کمسنی وہ جمال
 کنوارین بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 کہ جسطرح کوئی گوئی کنواری مومن کی
 تے خیر نہیں تر گشت کی چشم پر فن کی
 کنوارین بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 وہ بھوری آنکھیں وہ پلکیں وہ دید ہا گور
 وہ شہر اور وہ خجالت وہ ناسکی و جمال
 سدا دل جسم پر وہ روپ مہر وہ جمال
 کنوارین بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 وہ بھوری آنکھیں وہ پلکیں وہ دید ہا گور

لڑی ہے آنکھ شرارت کی آنکھ سحر ہے سود
 کسے حجاب کیس میں نگاہ شرم آلود
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 کونار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 ہمال حسن میں اعجاز قدرتی کی بہار
 چاب برگ اگل تروہ پھول سے خسار
 شمع حسن میں انوار صبر پر انوار
 کسے صبح میں کیا دم کرے جو دہر کناہ
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 شمع ہر سے خشان کر کرک بال
 ادا میں لاد بہاری سے لطف خیر کمال
 اور اسپر میں عین افس کی سادگی حال
 وہ کنواری، بھولی، برس بارہ گان سال
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 وہ ازین سن اندام خوبہ حسین
 جلال ابرو و بد ریشہ جس کی حسین
 کنواری عفت و عصمت کی پیاری بڑھ
 کر نازد حسن ہے کیا شے بجاتی ہی میں
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 ذریعہ جوش جزون سے نہ عشق کا خلجان
 دل میں شکوہ فرقت نہ وصل کا ارمان
 بہار حسن کی او سکو خوشی نہ بے خزان
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 لب پہ نشیون و فریاد ہے نہ آہ کا نام
 سنا نہیں کسی کا نون سے اسنے چاہ کا نام
 وہ جاتی نہیں کیا چیز ہے گناہ کا نام
 جھکاتی شرم سے گردن ہے سن سے کیا گناہ کا نام
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 تیز کر نہیں سکتی وہ دوست دشمن کا
 سمان دکھاتی ہیں بلکین نظر کو چین کا
 اثر ہے چشم منور میں سحر پر فن کا
 شباب میں بھی وہی ہے مزاج بچپن کا
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 نہ کوئی خضر ہے اور نہ کوئی رہزن ہے
 بھاتا ہم کے دل ادسکا جلیلا بن ہے
 شگفتگی پہ گل کو نہ مال گلشن ہے
 وہ چشم زخمی اوسین جیا کا سکن ہے
 کنوار بن بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 یہ گل وہ ہے جسے کرتی نہیں خزان بلال
 یہ نخل ہے شمر آئند سے مالا مال
 یہ مال وہ ہے کہ دنیا کا مال ہے کیا مال
 یہ وہ زمانہ ہے دائم جسے عروج کمال

کنوار ہیں بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 یہ شمع وہ ہے اٹھاتی ہے جسے از نسیم
 یہ سوئی وہ ہے کہ مدت سے ہے جیسے دھیم
 یہ وہ بہار ہے جسکو عز ان کا ذوق نریم
 کنوار ہیں بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 کچھ اسکے حسن میں وہ نجل لطافت ہے
 کہ لولہ اٹھاتا ہے دل کیا خدا کی قدرت ہے
 کہ جسے بھی تو پہلی یاد نزلت ہے
 کنوار ہیں بھی عجب سادگی کا عالم ہے
 (رنگر گھنوی)

”حسرت وطن“

پس تمنا میری بھوتی سی یادگار ہے
 جہاں تھا کہ لا کین کا میرا گہوارہ
 میں نقاب وطن اہ! یہ کہاں اسید
 مرے ہے ساتھ میری آنکھوں میں حشر ہے
 نفس میں میری تسلی کے واسطے صیاد
 تمہیں پہ آہ میں وہ نقش نام لاری ہوں
 وہ بھول آہ جو ہزاروں بہار بہمن
 گولار ہے مجھے سوزِ اشتیاقِ وطن
 دلا تا بادِ وطن مجھ غریب کو ہر دم
 نسیم لیکے جو غربت میں آئی وہی وطن
 جن سے لاکھ صبا بھول دو چڑھاتا
 دیارِ غیر میں کرنا ہے صبا برباد
 دمِ اخیر ہے بارون سے جا کے کہہ دی گئی
 یہ لوحِ گریہ جان پر ثبت ہو مصرع
 (زمانہ)
 کہ ایسا کوئی وطن کا نہ جان نثار ہے
 (بالک رام شاد بجاڑی)

سارن کا چڑا

یہ دروہاگ جنہیں! تیری پہ گلاب دھیرا
کیون آہ! شام کو تو دینا نہیں سویرا

بھرا کٹھن کٹھن ہے تو کس کی سحرین

سری ہے کس کی صورت یہ حیم آدرین

کس کا گرا ہے غم بے قرار تجھ کو
دیر نہیں ہے اب نہ کون انتظار تجھ کو

چڑا بچھڑ گیا ہے اور اغم نصیب تیرا

جسکد برین میں نبی ہے اب حبیب تیرا

پھر تاسے سر ٹپکتا کیوں کو ہسار میں؟
مخوڑا ہے ٹھنڈی سانسین کیوں نہروڑ میں؟

دگلیر آہ! کیوں ہے جوش بہار میں تو؟
کیون آہ! جیتا ہے جوش بہار میں تو؟

دنیا میں غیر ممکن ہے ایب وصال اس کا

نما دان! محو کر دے دل سے خیال اس کا

کس تک سلا ہے یہ مالہ نقان کی
آخر ہے اتنا بھی تیرے غم نہان کی

چو نہیں جگر کب تک اندر جانسان کا
مراوا آہ! سن ہے اب بھڑکارا تو ان کی

دو تیری طرح ہوں اُن اُن اُن وقت نصیب میں بھی

کھوٹے ہوئے ہوں نبی اپنا حبیب میں بھی

جس طرح آہ! تجھ کو چڑا ہے اپنا پیارا
تجھ کو بھی دردِ وقت کیو نہیں نہیں گوارا

راتوں کو جس طرح تو بچتا ہے مارا مارا
میں نے بھی حیاں ڈالا تو نہیں جھٹا سارا

اب نہ مان رہے تھکن اس گل کی بونہ بانی

اب نہ مڑا جدا تھا۔ وہ کشت کو دہانی

جس طرح اوشتا ہے تو دہرا دستان سے
جوں ہے فرادین میں بھی یوں میں غم نہان سے

حسرت شپاک رہی ہو دونوں کی دھاتی
دو دن گئے یا دیر بخت ہو جو حیاں سے

راہی ہوئے ہم کو دونوں کے یار جانی

چھڑو دن میں تھکے غم تو جگر کی کمانی
کب تک یہ سینہ کوئی کب تک یہ جوش نام
نظروں میں بے کسی کا کب تک یہ عالم
دارالحسن ہے دنیا۔ دونوں الم سے چھوٹیں
خوش خوش حیران سے جا میں سرفراز غم و خوشی
غلام برین میں اپنے جڑ سے جالے تو
دونوں کے زریب برہون مددوں کے پاروں
تو سوزہ نار میں ہو۔ میں کچھ دل نشین میں
حسرت نہ پیش دنیا کی ہر دل حزن میں
(سودہ جہان آبادی)

(نیم سحری)

دل کا کتا ہے انوار نیم سحری
خوش خرمی پہ نہ ہو کباب در کی کرن صدی
بدون نرم گلستان ہے اسی کے دم سے
اسی کی محبت نے توڑا ہے شکوفوں کا حجاب
کس ڈھٹائی سے لیا بوسہ خسارہ گل
میٹھی نیند دن کے جوش میں بھی تھے مہو
نکبت گل ہے کیے بھرتی ہے کاندھو یہ نیم
ہے یہ پر طبع نیم اس سے چمن ہیں شاد
دل شکن ہے یہ کسی کی تو کسی کی دلدار
لوریاں دیتی ہے جھولوں کے بڑائی بڑائی
اسکے بے ساختہ پن سے گل دہل سکے
دن چڑھا اور چل نکل آئی ہر چھوٹ اور بڑا
کہ یہ دنیا سے چلی باز دھ کے رخت سفری

جری انگلیاں ہوں غصہ کیا ہوں
میں ہرین آؤ تا ہے چہر پر اترا
دل دار نہ کو بھاتی ہے تری عیشہ گری
ای نسیم چری تو ہے وہ سیاح جری
تیرے چوکوں سے زمین کو پھیلے ہو گئی
دیکھ وہ شبنم گل ہو گئی پانی، پانی

کیون کسی کی یہ کرے تیرا خواب لے جوتی
کیون دنگے کسی نقشے کو نسیم جری

(محمد حسین مجتبیٰ کھنوی)

کہان میں جا کر ہوں

جگات ہو شوش جہان سے کہان میں جا کر ہوں
بچوں ضرور سے بچوں نہاں سے
سکون حاصل کوئی گھڑی ہو
بہری نگہ سے بری نہاں سے

نہ دل مراستیوں میں پہلے
نہ سیر صحرا بچے خوش کئے
نہ شاد میں بزم یار میں ہوں نہ دل شکفتہ ہوا میں ہوں
غرض عجب خلفشار میں ہوں
اگر وہاں دور جا کے بن میں
شکفتہ بھولے پہلے جن میں
تو بار صحر کی گل نشانی
نہیں ہے دل پر کم از گرائی
وہاں بھی مفقود شادمانی

دل میں پابندیاں ملن کی
نہیں کم از لذت اسیر سی
بہینہ جیسے کوئی قیدی
جہاں پر اپنی بیڑیوں کی
تھرک پہاڑوں و گت پر میری
جہاں دولت کما کے بھولوں
یہ ٹھان کر خوب چین کر لوں۔

تو کا ہشون سے کہان مفرح
کہ خلق مرنے کی منتظر ہے
غرض یہ سودا بھی درد سہ
اگر کسی سے میں دل لگاؤں
کسی حسین بازار میں کو چاہوں

تو چاہنے کا ہے یہ نتیجہ
کہ ایک سراور صد سزار سودا
خراب جھتہ دلیل سودا
کسی سے رکھوں اگر مطلب
تو کام دیا کے بند میں سب

طون تو لٹا ہے کا دشون میں
کچھ اپنی کچھ اوسکی خوشنشین
غرض کہ ہے جان کا ہشون
کوئی ہے ہیکار مجھ سے شاکی
کوئی ہے بے وجہ میرا میری

سکوت میں اوسکو اور جرات
مقابلہ سخت ہے جہاں
غرض کہ ہے ہر طرح مصیبت
یہ عرصہ کارزار ہستی
بسا ہے تازہ کشت و خون کی

لوہن توڑ تیار سے مقال جو بھاگ نکون کو سب میں بزل غرض یہاں بھی تخت مشکل
 ملازمت میں ہے چسپ راجی کر میری عادت ہے صاف گوئی
 مجھے خوشامد سے سخت نفرت وہاں ہے اسکی بڑی ضرورت غرض ہر سر کی نہیں ہر صورت
 کہاں لے جگو دوست ایسا جو ٹھیک ہو ہم خیال میرا
 کہ مثل آئینہ جس کا باطن دکھا دے اوکے مجھے محاسن نہیں تو ہے میل غیر ممکن
 میں رہ کے دنیا میں ترک دنیا کروں یہ ممکن نہیں ہے حاشا
 بفرض مکان جو چوگ لوں میں سہاگ کو چھوڑ سوگ لوں میں تو جان کو اور روگ لوں میں
 میں کیا کروں تخت و چتر پس کر کہاں رہوں گا میں تاج سے کر
 اسی جہان خراب میں ہاتھ میں سات کہتا ہوں یاد رکھو مرا سلام ایسی زندگی کر
 مرے لیے تنگ یہ زمین ہے مرا ٹھکانا کہیں نہیں ہے
 ردن کو باغ جہاں میں ہے رشب کو آغوش ہاں میں ہے جو ہے گنج مزار میں ہے
 (نادر علی خان آدر کا وردی)

بلبلہ

مچھلا ہوا ہے کسے لکھا بلبلہ میں ہے اللہ کوئی سی یہ ہوا بلبلہ میں ہے
 آت کتھر غرور بھرا بلبلہ میں ہے فرعون کیا یہ آگے بلبلہ میں ہے
 کنگار بھارا کتنی اکڑا کیسی شان ہے
 پانی کی ایک بوند میں کیا ان بان ہے
 ہے اب داب خوب مگر یہ گھر نہیں ہے تن یہ کسی کا مگر ریب ہر زمین
 گنبد عجیب سا ہے مگر کوئی در نہیں سر میں ہوا ہے اسکے مگر یہ پتھر نہیں
 دم خم کے ساتھ بھی نہیں تلوار بلبلہ
 پھر جبر کیا ہے اسی اولی الا بعد بلبلہ
 یارب کمی کا آبلہ ہے بلبلہ پادیل جلوت کے دل کا پھولا ہو بلبلہ
 فوڑا انداز نظر سے یہ ہوا ہے بلبلہ چکر یقین ہے عینہ عقاب ہے بلبلہ
 یہ بلبلہ ہے یا کہ فلسفہ حیات ہے

فرام تا تو با مقتادون نے ستاروں نے
چھپا آغیوں نے اپنی دلشائے الزاروں نے

حضرت اقبال ام لے میر شریف لا

میری

آہ اؤنچے سے کہیں لاشیں چلے تو رشتہ میں اک سرخ پھر اس گل وناہو تو
صفوی ہستی پاک نقشِ خیر رہا ہے تو شعلہ زار حسن کی چھوٹی سی اک نیا ہے تو
میرق عالم سوئی تھی سی ہلکے کوئی آتشِ باقوت کی چھوٹی سی منتقل سے کوئی
کچھ عجیب عالم ہے ترے سن کے انداز کا سرخ دھڑلے کسی چشمِ سنون بردار کا
نقطہ مضطرب ہے خونِ کنگانِ ناز کا قلبِ خون گشت ہے ترکانِ پری باہار کا
یاشق کا کوئی ٹکڑا ہے زمین پر جلوہ گر جانِ برین میں ہے با صہبائے آخر جلوہ گر
گلِ بدادان ہے شفق میں شعلہ تر جزیر حسن خونِ عاشق یا زمین پر ہے گریہ سنگِ حسن
یاقینِ سرخ کی چھوٹی سی ہے تصویر حسن نقشِ نیرنگِ سنون ہے یا کوئی تصویرِ حسن
جلوہ گل ہے دشتِ وادی پر خارِ زمین سرخ ٹکڑے ہے قیاسے سبز گہ کو سارِ زمین
محض خونِ شہیدان ہے ترلوہانِ سرخ یا ہے خونِ کنگانِ عشق کا عنوانِ سرخ
یا کسی کے ناکِ بختوں کا ہے بیانِ سرخ اشکِ گلگون یا ہے ریتِ پتھر گانِ سرخ
زنگِ آمیز می ہے قدرت کی تری تصویرِ زمین لکھ لکھ کر تری ہے قدرت کی تری تصویرِ زمین
حسنِ برتر سے ہے لے ناگورہ ناگورین خندقِ یاسے حبیبان کی اولے نوشین
جلوہ رخ سے ترے گلگونِ دلمانِ زمین نرم صحرائیں ہے تو جامِ شرابِ آتشین
بادِ گلگون ترے چھوٹے سے پیالہ نہیں ہے عالمِ نیرنگِ انسون سے میخانے میں ہے

دلی پر خار میں اک ٹمر سوزان ہے تو دہن کہ سار میں اک شعلہ عریان ہے تو
 کشت دار حسن میں اک دامنِ حیا ہے تو لکسی گلگون قبا کا گوشہ دامن ہے تو
 ناز ہے صحرائے شبنم کی رشتہ ریزہ روڑے تاس ہے خون کا قطرہ سبزہ کسار پر
 گل بدامان ہے کوئی دوشیزہ کس نگر ہلکی چھلکی سنجھ پھولوں کی ہر چادر و دیو پر
 رقصِ رعنائی ہے یا کوئی عروسِ سیمبر روئے زریا پر ہے غارِ سنجھ بھڑا سیمبر
 لاشتا ہے کوئی بسمل سبزہ بیگانہ پر یاست گلگون کا قطرہ ہے لبِ بیجانہ پر
 بلوہ گل سے ہے رنگین دمے ریا بہار ناز میں ہے یا کوئی محوِ شائے بہار
 یاست گل رنگ سے گلگون چو نیلے بہار یاست غشتہ بخون دماغ سوئے بہار
 سبزہ کہ سار نے یا علل گلا ہے کوئی جن رہی ہے مہول یادِ سبزہ وصال کوئی
 سرورِ جہان آبادی

نگارستان الفت

۱۳۹۲

پیاری باتیں

اک نظر مہر کی بھیر ساقی ماہر وائیت ہر یک ساقی
 مہر ان نقشہ لبوں پر ہو جا دل کی لہروں کا سمندر ہو جا
 کشتی سے نہ چلے میرے بغیر میرے دریاں میرے پیر کی بغیر
 گردے سرشارِ بھیر کی بھیر کے میرے راجی پر راجی بھیر کے
 گردشِ جام شرابے ساقی دم آئے دم آئے ساقی
 غرق کرتا ہے تلامحِ محب کو آج لند کوئی خمِ محب کو
 یہ بھی اک قند ہے شیدہ ساقی بار کرتا ہے مخاطب ساقی

پھٹے درہ کیے رلاتا ہے مجھے
 ہیں یہ کیا رنگ تمہارے محسن
 زرد صورت، زردہ سیرت تیری
 اور کیا رنگ تیرا برو کر
 حیف حالت تیری کھائی ہوئی
 لب پہ آنے ہوئے تھے یہیم
 چہرہ زرد، ابرو اجڑا ہوا
 زردی بھائی ہوئی خضار کا
 مردی بھائی ہے چہرہ ادیکھو
 چھپ گیا جانہ مستان پر
 ہر دم آگ رنگ ہوتا کیوں ہے
 یہ انگر گھے ترے گلکاری کے
 کامدانی کا بہت سا چھوڑا
 رنگ اڑاؤ گئے کچھ جانے لگا
 خندا نکھیں گئے روتے دیکھا
 کس بلا کا تو ہوا ہے مجھ کو
 کوہ پر جا کے اگر سر مار دے
 باتیں کرنے ہو رک جاتے ہو
 کبھی لے ہو تو بیگانے سے
 شہر کا سر و تماشا چھوڑا
 رکھ دے رسم گل میں کیونکر
 آشنا گل کے زکوسن کے رہا
 بیٹھے جنگل میں نہ دیکھو ہو کر
 نجد میں ترا گلا ہوتا ہے
 کسی بت نے تجھے حیران کیا

خیر بن کے بناتا ہے مجھے
 مست کیوں ہو میرے پیار محسن
 بار کیا ہو گئی حالت تیری
 یہ کیا خون دل آکھو ہو کر
 اسے صورت تیری مر جاتی ہوئی
 ڈھیر لائی ہوئیں آنکھیں ہر دم
 شرق آیا ہوا پشیمانی میں
 مریں ہوئی ہوئی انکار دیا
 اپنی جاتی ہوئی دنیا کی
 اور کیا آئینہ بار بار کر
 قلعہ کی طرح سے جلتا کیوں ہے
 جن کے کلیں نہیں چھپے ہیں کانٹے
 لٹ گیا تیرا شہنا نا جوڑا
 ناتوازی کو بھی شمس نے لگا
 رات بنے تجھے سوتے دیکھا
 یلی کہتی ہے بلالین لے لانا
 کو کہن بھی تجھے پھر مارے
 آپ ہی چھیرے کے فرماتے ہو
 کبھی سہتے ہو تو دیوانے سے
 لٹ گیا تیرا شہنا نا جوڑا
 طاق نیسان پہ سنہرے ساڑ
 بلغمین تم تو خزان بن گئے رہے
 کاسے کو سون بھرے آہو ہو کر
 قلیں لیل سے خطا ہوتا ہے
 کسی کافر نے مسلمان کیا

بیٹھے تھلائے یہ سوا تھکوا
 خون میں ڈوبی نگاہیں کسی
 گریہ کیوں کسیر بسل چوں
 عشق کیسے یہ عقدہ کھولا
 حال بھیلانے ہیں نہ روائے
 جان لیتے ہیں نکھرنے والے
 دل نگاہ تو پشیمانی کیرن
 اکہہ کی تجھے پروا کب تک
 پرورش میں آدھ کچھ دلے ہو
 سو کہیں ایک نہ مانی آخر
 چاندنی پہ تجھے ہر کی کب تک
 دل ناخدا کو رکھنا یوں
 جھوٹی کھانڈ نہ ہر امدان نہیں
 حال دشمن کا اگر گون ہو جائے
 تمام بے دل تجھے دلیری تم
 دوستانہ تجھے کھجائے ہیں
 ہیں مجھے آتے ہیں جیکر ساقی
 ہاتھ لینا مجھے عشق آتا ہے
 تری محفل کا یہی طور رہا

کیا جو امیر سے کھنسا تھکوا
 بہن سری جان لے ہیں کسی
 بارانی کو کی قاتل چوں
 سر پہ چڑھ کر تیرے حامد ہوا
 مال کہو بے پوسے گھر گر والے
 تم سلامت رہو مرنے والے
 جان کی فکر میرے جانی کون
 تنگ و ناموس کا گھٹا کب تک
 تم ترے بے پئے متولے ہو
 مٹ گئی تیری جراتی آخر
 رضی شمع سحر کی کب تک
 دھڑکیا نہ ہو چلو میں
 بھٹیک بدل جو زمین نہ سترن
 کون ترال سری جان من بھجا
 سر اٹھا تھک میرے سر آسم
 نہیں منت ہے تو مل جاتے ہیں
 بے مرے ہاتھ سے سگر ساقی
 دل کہیں اور لے جاتا ہے
 دور حیب تک چو یہی دور رہا

محسن مروجہ کا کردی

سبزہ بیگانہ

دوست ناز و نذر نذر قدم مجھے
 ظالم چنانہ تختہ مشق ستم مجھے
 ٹھنڈی ہوا میں لیتے دے بیدار دم مجھے
 اسنا کر اسیر عذاب الم مجھے

ٹھکانہ اسطرح کہ گیا ہ زمین ہوں میں
 خود فرط اکسار سے فرش زمین ہوں میں
 اچھڑا کاہ ہوں میں ذرا دیکھ بھال کر
 افتاد کان خاک کا بھی کچھ خیال کر
 مست خرام نازہ قدم رکھ سنبھال
 بھٹکے تو خدا کیلئے پا کمال کر پڑ
 میرے لیے ہیں آفت جان تو صبا تری
 ڈھاتی ہیں مجھ پر نہریا ٹھکیر لیاں تری
 مجھ زار اداں پر گر ان بار تو نہ ہو
 میں نیم جان ہوں درپے آزاد نہ ہو
 پا مال ہوں میں اور خضر دار تو نہ ہو
 اتنا بھی مجھ خوشی رفتار تو نہ ہو
 مجھ پر ستم نہ ڈالیں یہ اندازِ حال کے
 مست سے شباب ذرا دیکھ بھال کے
 اٹھلکے چل نہ اوستم اچھا دیکھو
 مجھ خانن خراب سے کیا اچھو
 اچھا یہ لطیف بارغ ہے ابھی یہ سیر ہے
 میرا سہرنا نہ ہے اور تیرا پر ہے
 آج سے بارغ میں ہے گلشتِ بارغ تو
 بڑھو گی کا دے دم سے دل پر بارغ تو
 مجھ پر ظلم اوستم اچھا دیکھو
 ٹھوکر سے میری خاک کو برا تو نہ کر
 مجھ سوختہ نصیب کو ناشاد تو نہ کر
 پا مال تلک کا ہے بیدار تو نہ کر
 یہ شوق جو ہے ستم گیز کس لیے
 کرتا ہے زبان پر بھری تیر کس لیے
 کیوں ناتوان ہے دستِ تقدی در آگ
 بے راہگر اوستم کا تجھے کیا مجاز ہے
 کس بات پر غور تجھے کینہ سا نہ ہے
 کیا سہت و بود ہے تری جہر سنا نہ ہے
 ہستی ہی کیا جہان میں تیرے بقا کی ہے
 توشتِ خاک، شکلِ مجسمِ فنا کی ہے
 سمجھا ہے نکر بھٹکے بقائے ودام ہے
 ثباتِ تمام دہر کا تیرے ہی نام ہے
 لیکن یہ بے خبر ترا سودائے خام ہے
 آئی اہل تو ان میں قصہ تمام ہے
 عقدہ کھلے کار زندگی بے ثبات کا

دم بھر میں ٹوٹ جانے کا رشتہ حیات کا
 بے جا ہے ناز ہستی میں ہم پر کچھ
 درد جو اک خوف بھی ہے کہ نہ در کچھ
 زخمیر ہستی ہے گلے میں پڑی ہوئی
 ہر وقت موت ہے ترسے سر پر کھڑی ہوئی
 ازان نہ ہو تو زندگی مستعار پر
 باہر ان گنہ گار نہ لے جسم زار پر
 شغور ہے جو خیر کچھ جان و مال کی
 تقلید کر جہان میں میری مثال کی
 وابستہ میں نہیں چین روزگار سے
 دل بھگی ہے گل سے نہ کاٹا ہے خار سے
 جو حال گل ہوں نہ شہدے بد و نیک
 باغ جہان میں "سیرہ بیگانہ" جو جو نیک
 کب خیال تھا تیرے وہم و گمان میں
 پورا اثر تاجا نے اگر اسٹاک ان میں
 نیز نگ روزگار کا شائق نہ ہو کبھی
 غافل! اسیر دامِ علاقہ نہ ہو کبھی
 جو رستم نہ توڑ کسی ناتوان پر
 وہ نہ اس میں پھول نہ ترعر و شان پر
 اتنا ہوا میں پھر نہ جوانی کے جوش سے
 ہستی میں اپنی رہا نہ گزر عقل و ہوش سے
 دل دے نہ تو کسی کو جہانِ خراب میں
 جانِ عزیز نہ منفعت بھلا تو عذاب میں
 ہشیار ہے تو دہر میں دیوانہ بن کے رہ
 باغ جہان میں "سیرہ بیگانہ" بن کے رہ
 برقِ دیوئی (کمال)

تراشہ کلا اور یہ

تلاش اداس کی ہے جہاں نشان نہیں معلوم
ہوائے شوق پر پائے غبار آلودہ پا
فلک پر ہے چو نمود شفق پر رنگ شہاب
قصرِ باین ہر رنگینی جمال بھلا
کہاں سے آئے ہیں ہوسہ و جہاد نہایت؟
یہ ارتعاشِ تجلی آفتاب کیسے کیسا
کلامِ کش عالم وجود ہے کیسا
طلسمِ فانیہ عالم کی ابتدا کو ترہ یچہ
فریبِ اعیان آفتاب ساز نہ کھسا
دورِ شوق سے پیدا ہے راہِ گم شدگی
سحابِ بارے بھی کس کے جلوے کے بارے ہیں
یہ جو تبار سرود غم بہا ہے کیسا
قبائے لار و دین گل میں آگ لگی نہ
فریبِ خوردہ شادابی گلستانِ یون
ہر ایک تارِ نفس میں خیرِ آتش ہے
جو ہر سببِ جن ادس لایزال کے بند ہے
عبثِ تعنی شاہِ اسرار کی تلاش ہمیں
غیر ہے اتنی کہ پھر سراوٹھا سکے نہ کبھی
ترے کلام میں غالب کی شانِ عظمت
کہاں سے آئی یہ طرزِ بیان نہیں معلوم
قسطِ حکیمیت لکھنوی

کبھی تھا نازِ زمانہ کو اپنے ہند پر بھی
برابرِ عروج و عالم و کمالِ دین میں نہیں

وہی ہیں گل وہی بلبلی وہی نسیم و صبا
وہی ہے نرم اوہی شمع ہے وہی فاکوس
نفاق و جمل نے ہندوستان کو لوٹا لیا
ہے رنگ اکھڑا کھوس اور دماغ کو بوج
وہ شے جہاں جن گل ہے کہیں جہاں نہیں
پتت بیج نہ رہن چکیت بی لے لکھری

(ادیب)

ہندوستانی حسین لڑکی

اور
اوسکی ہنسی

دل کر لہا رہا ہے انداز اس ہنسی کا
یہ دانت صاف اُسکے یہ پونچھ لال اُسکے
قدرت نے ان لیون کو کیا لال کر دیا ہے
چمکے وہ دانت اُسکے رنگین رہن مٹی بھو
دولوں لیون کو دیکھو رخ دیکھو رہن میں
اپنی ہنسی کی شاید اسکو خبر نہیں ہے
واقع نہیں کہ کتنا زیبا ہے جن اس پر
خود سن کر بھی تو خرم اسکو آتی۔
گا لون میں پڑ گئی ہے کچھ شکران بھی ہے
دانتوں کے درتے دل اڑتے ہے ہنسی پر
جہنم میں جھک دو پونا اور بار بار ہنسنا
بانی میں دیکھتے ہے رخ اپنا پیارا پیارا

پیش نظر ہے نقشہ کھلتی ہوئی کلی کا
دو نیم رنگ گل بہن جھیرے پے کال ادکے
دو حرکت کھسکے گویا بھرت بھر دیا ہے
ہیر وں کی کان لکھی ملک میں مین دیکھو
چوڑا یہ لال کدہ رہتا ہے جو چین میں
کیا مبول کھل رہے ہیں اسپر نظر نہیں ہے
واقع نہیں کہ اُسے بجلی گرائی کس پر
پونٹوں کو بند کرتی دانتوں کو چھپاتی
چمکے حسن فطرت اس حسن عارضی سے
کی ہے جلا ہنسی نے اس حسن قدرتی پر
کیا لطف دے رہا ہے یہ ہنسنا ہنسنا
خوش کر رہا ہے شاید اسکو بھی نظار

جنش میں عکس رخ کو ہنس نہیں کے کو کھینچو
 نمد و بود ہی ہے جس مہا میں کھلیاں ہی جا
 آئینہ ہے نہ اسدم پاس کے آری ہے
 پانی میں صورت پانی سے جو دیکھ پانی
 واقف نہیں کہ ہے یا پانی ہی عکس پیدا
 سمجھے گی عکس ایسا تو عجیب جائیگی ہے
 ملے سے ان کے شاید کچھ لطف آ رہا ہو
 جہی ہی شلخ گل کو کرتے ہیں کہ لپکا
 پیڑوں کو دیکھ کر یہ ہنسی ہے کس داسے
 پانی میں گر پڑی یا پھر ہنسی نہ چھوڑی
 نازک بین احمد اسکے پانی پڑے کیا
 جھکا رہی ہے دیکھو ہنس نہیں کے پانی پنے
 آنجل تر خدی تر ہے کال اسے شاکل کن
 کیا کھلکھلا رہی ہے اسکی ہنسی تر دیکھو
 قدرت کا ہر کرمہ اسکو ہنسا رہا ہے
 ظاہر ہے جو ہے بن سے قدرت کی کھراکی
 کیا لطف ہو یہ لب باتوں سے آشنا ہوں
 چھڑوں میں اسکو لیکن جیسے تو نہ پڑے
 غم سے بھی نہ یارب اسکی ہنسی پور اٹل
 بیگل رہے شگفتہ یوں ہی ہنسی کے ہلے
 حاصل نہ ہو ہنسی سے دانتوں کو رسا ہوا
 لہروں سے کھینے کا شا یہ سبب بھی ہے
 شا یہ ہنسا رہا ہو نظارہ کھلیوں کا
 دانتوں کو مانع کرے پانی میں دیکھی ہے
 کبھی کہ اور کوئی اس کے مقابل آئی
 یہ راز ہو یارب اس پر کبھی ہو برا
 ہنس نہیں کے جو ہے بن سے پھر نہ چھوڑی
 شہدوں کا گدگدانا اسکو ہنسا رہا ہو
 کانٹے کے چھکے شاید اسکو ہنسا دیا ہے
 خوش کر رہی ہیں چو مان آوار لہر رہے
 اور ٹھٹھے ہی پھل اٹھا یا اور اٹھنی نہ پڑی
 کاش اوڑنی ہے رتی اور میں پڑو دینا
 آنجل سے پوچھنی ہے ہر بار کال اپنے
 دہریا دہرے پانی ہو جلد جذب یارب
 رخ پر نہیں پڑی ہیں وارستگی تو دیکھو
 اک کھیل نکلے اسکی نظروں میں آ رہا ہے
 خوبی کرازا سیر نمود اسکو بے نیازی
 گرا ب بھی خوش ادا ہیں لب خوش دہروں
 چل رہے تو لطف میرا حشر کا داغ کھلے
 رکھے لڑکپن اس کا اسکو ہنسی پائل
 ریح دہن سے یوں ہی جھکا کرین شاہے
 باتوں کا رنگ ان پر دہرے نیا آہی
 کیا جو ہے لڑکپن پر دانتیں کسی کی
 لے خوں عمر طفلی ہے جان زندگی کی

احمد علی شوق لکھنوی

اولے شرم

یہ نگاہ سرگین یہ تیرا ناز مجھ کا سب
نہی نظر میں ہیں تری یا عقدہ راہِ حجاب
لب میں ہے جان پہنچی آنکھوں میں ہوا حجاب
دوش پر آنکھ سے لپے پردہ ساز حجاب

پاک دامانی کی زمینی ہوئی تیرے سے

جلوہ حسن تماشا سوز کی تیرے سے

کہہ رہی ہے چپکے چپکے تیری چشم سرگین
پیکرِ عفت ہو کر لے نقشِ ناز و نشین

یاز میں پر جلوہ گر ہے خلد کی اک حریمیں
یکوئی دوشیزا رہے غائب تو لے از زمین

کتنے دل کش اور سادہ ہیں تیرے حیران حسن

تیری خوبو میں نہیں دخل میں مصروفات میں

آئیے سے آشنا فوقِ خدا راہی نہیں
دوش بردوشِ تجھ ناز کیسا کی نہیں

خود تماشائے مگر انجی تماشا کی نہیں
تو تکین کہ اتنی شان برائی نہیں

اک عجب دلکش سحر تو یہ قدرت کا ہے

نقشِ سادہ اک طلسم جلوہ غیرت کا ہے

جھولی جھولی آفت یہ صورتِ پیاری پیاری
آہ یہ شرمیلی جڑوں اور یہ آنکھوں کی سیا

یہ غم گردن کا عالم اور یہ زلف و دوتا
یہ لبِ خیر میں یہ افادہ سحر حلقہ

نقشِ عفت ہے مگر تو پر وہ تصویر میں

جلوہ نور ازل ہے حسنِ عالم گیر میں

یہ تیری عالم فریاد ہے ترارِ حیا حسن
کبھرے کبھرے بالِ درمنا ہوا حیا حسن

عفت و شرم و حیا و ناز میں اکاں حسن
بس اچھین دھارِ حیا کے ہر نامِ حیا حسن

حاجت گل گرد کیا رخسارِ زیبا کے لیے

ذوقِ تیرے رنگ سے زلفِ جلیبا کے لیے

عشوقہ جو تری آنکھ سے محبتِ فوجِ نہیں
سر پہ لپے چڑھ کے جو آنکھ میں وہ نہیں

جبر سے اک عالم پریشان ہو کر نہیں
بن کے خیر دل پہ چل جائیں یہ دھارِ نہیں

یہ نہیں وہ تیرے گانِ جبر سے ہوں نسلِ جگر

شہر گد جان میں جو بن جائے اندر کر فیشتر
 جی نظر میں تری بگا نہ اند ناز
 کنفی و کش میں تری اک اک دکھانہ
 کھل کے ہنسنا بھی نہیں تو جان کر اچھی
 غم پر مر رہا ہے اسے شاہد رہا ابھی
 سرد جان آیا دلی

ایک غریب لوطن کا پیام

<p> اسے نیم صبح لے ولدانہ اہل وطن کسکو یہ انداز مشہر قائم دکھلائی ہو تو لڑتے جاتی ہے تو صبح تیار رہ کر کھڑے لے پری دیا ہوں میں تھک کر سلیمان کی کم اک گر نثار محبت کا نیے جا رہا پیام راستہ ہی میں لے کا تھک وہ شہنشاہ دہن حسن میں اس کے آتی ہے نظر شان خدا سارگی کا اک مرتع نور کی تصویر ہے سن نہ لے کوئی ذرا اس کا رہے بھوکھیاں میری قسمت سے جو تھواری میں لجا گیا میرے چپکے چپکے کہنا لے نیم صبح تو ہے جو تجھے دودھ اک ذرت نہ دھرتی بدستہم آتے ہو چلے کہ کہیہاں مرج لے نہال حسن تو اس بار میں چوکے چلے نام یقیہ ہی ترا میں ہوئے لہجہ و گونہ راہ چلتے بھی ترس کھاتے ہیں صورت و چہرہ ہیکسی کا ایک عالم آہیہ ہے چھپا ہوا </p>	<p> ملے تیس درویشان لے ہوا خواہ چین لے کس چش مسرت سے آئی طلی ہو تو کہہ رہی ہیں یہ تری انگلیاں یہ ملے گر یہ صبح ہے تو مری سن لے ٹھہرا لکھم چھپے کچھ تھہرے زمین غلہ میں تیار ہو کام جس سے میں چھوٹا ہوں جس کا مل چھپ کر ہو کام جھلی جھلی او کی صورت بیماری پائی کہ ادا جلوہ حسن دنیا است خیر عالم گیر ہے خور گرم و حیا ہے وہ مر حسن و جمال یہ کہے دیا ہوں میں تجھے وہ ہے پر دشمن پہلے تو جانا اس کے ساتھ اس کے روبرو میرے پیکر میرے ہدم میرے سر اڑو میرے مل گیا تھا تھک وہ آوارہ و سرکشہ کی یوں دعا میں دے برا عقائد تھا کہ وہ اور کچھ کہتا گرا سچ تھا وہ درویش منہ کرنا ہے کلچا او کی حالت دیکھ کر ہر گھڑی اندر وہ دل ہر وقت مر چھپا ہوا </p>
---	--

گرم اپنے ہون کی لہریں آہیں ہر سرو
 لا رہے ہیں اور سکر لطف نرم عیش کے
 ہائے رات اور یہ موسم یہ نضا برسات کی
 ایک تو فکر عاشق اور اس پر تنہائی کا غم
 ہائے وہ دن رات وہ ہر صبح و شام کے شغل
 دعا دار وہ ناز وہ انداز وہ حسن بیان
 مسکرا کر اک سراپا ناز کا غدر جفا
 یاد ہے کہ کسی کا پیار سے لے مہربان
 اب کہاں وہ محروم ترین ہیں اب کہاں وہ بے نیاز
 اب کہاں وہ صبحین ہیں اب کہاں وہ لطف چن
 دہشتہ جاں ناز اور شہسوار شہ باب
 اک انیس دور و فرت اب ہے یاد و نشان
 نہر چھپائے چپکے لے اب روٹا ہے
 کیسی غربت کی اک کشت کے اب یار و یار
 اور اک یاد و من صفد کے غم و رن ہیں ہے
 رشتہ تہ صفد و مرزا پوری

یاد شباب

وہ جوانی جس کو کہتے ہیں وہانی چو شیار
 کالی کالی وہ گمشدہ ہیں لہریں وہ بھو بار
 وہ گل و سنبل کا عالم وہ فصلے سنہ و سال
 زلف خوش خرم کا وہ خرم وہ چشم میگردن کا خم
 تیکھی چتون و من جیان و دل و ضبط و قرار
 وہ نگاہ خرم کا جھکتا حیا سے بار بار
 وہ غلام ناز جس سے خود میاں تہا ہوا
 وہ گلوں کے قہقہے وہ بلبلوں کے چہچہے
 وہ بے جان کا وہ جلیوہ چاندنی کا وہ سماں
 شمع و شمع کہ نہیں صبر و کسب و خوش و تاب
 وہ اولے انک ناز آفرینی و مبد م
 وہ نگاہ خرم جس سے فتنہ بستر و محل

وہ لب جو وہ لب پیانہ وہ لب پیانے درخت
 وہ گلے شکوے وہ پیان و فادہ بخیر چاہ
 وہ طریقہ خزانہ اسے طریقہ ہنگامے
 وہ سہانی رات وہ خلوت کردہ وہ بلوے
 وہ ہم آغوشی کی لذت وہ شکر خواہ صلا
 وہ دم خصیت دلی قیاب کی سیلابان
 اب کہاں وہ صفتیں وہ لطف شہما شباب
 اب کہاں وہ حسرت دیدہ اب کا دل میں مجرم
 اب کہاں وہ اعتبار ضبط وہ آنکھیں دل
 اب کہاں الفت کے وہ نیرنگ ہیں دیکھتے
 اب تو ہے فصل بہار میں میری کھو نہیں گل
 خراب ہے پھول لاہو اساتذہ لطف زندگی
 اتو فرقت میں مرا بخود نہ لذت وصل میں
 اتو میں باقی ہے اتنا دل لگی کا شغلہ

جنتورے عودنہ اور چشم خونچکان

ماتم عمر گزشتہ اور دست رعشہ دار

(بخود دیا یونی)

”فضائے برشگال“

بنائے صن کی دیوی عروسِ فطرت کو
 نکلی کلیں کا رس چوس کر چھوڑ کر
 ہر اک شجر میں نئی کہچیں نکل آئیں
 فروغ ابرسیہ کا ہے اس طرح جیسے
 زمین پہ چھاکے برسا ہے ابریوں جیسے
 گیارہ مسہرین راہین نہاں ہیں یوں جیسے
 سیادیا ہے گلون نے فضا کی دست کو
 لیون سے گھوڑے ہیں شہد کی حلاوت کو
 سجا رہا ہے ہر ایک پھول اپنی خلوت کو
 بقادہ ہو کسی کم ظرف کی محبت کو
 سخی جھکے کوئی وقت کرم سخاوت کو
 چھپائے ابرگہ آفتاب عصمت کو

زمین سے گرسے روئے صاف، سطح زمین
 روان زمین دامن صحرایں اس طرح اسلے
 زمین کو سبزہ صحرایں سے روئے ہے آرائش
 گھٹا میں شب کو گیتے ہیں اس طرح جگنو
 دکھائی دیتے نہیں اب ستم زدہ صحراب
 نکل کے دشت سے روئے ماؤں کے چوہے
 جگہ سے کوئی اہل صفا کو درست کر
 کھٹے کرے کوئی ساکب روئے حقیقت کو
 کسی کوئی کی پوجیے فریغ و دلالت کو
 سجاوین جیسے چراغان سے نرم شربت کو
 کسی ندی کے کناروں پہ شام وقت کو
 اڑائے پھرتے ہیں گردن پر لبر حرکت کو

کہ خاندان میں جسطرح ناخلف اولاد ہے
 ثنائے اپنے بزرگان کی مال و دولت کو
 شاکر میرٹھی

”گھر سے نکل کے دیکھو“

لے اہل ہند کو دولت بلاری ہے، قسمت بلاری ہے
 صفت بلاری ہے، حرفت بلاری ہے
 عزت بلاری ہے، شہرت بلاری ہے
 مگر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو!

آئے اگر چلنا آبیہ روان سے سیکھو
 اگر نہ آئے کچھ آسان سے سیکھو
 آگنا اگر نہ حاذ میری فنان سے سیکھو
 مگر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو!

دلکش ہیں دل کی خوشیاں پر دیکھی کنگ
 ایسی خوشی سے ہو گا آخر نبار کنگ
 دیوار و در پہ اپنے قائم نگاہ کنگ
 کنگ خیال شہمت جب و جاہ کنگ
 مگر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو!

علم و ہنر کا چرچا دنیا میں ہو رہا ہے
 سائنس کا تماشا دنیا میں ہو رہا ہے
 دیکھو ذرا تو کیا کیا دنیا میں ہو رہا ہے
 مگر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو!

جاپان ہو کے آؤ یورپ میں جیل جاؤ
 امریکہ جیسے شہر و افریقہ جا بھاؤ

کچھ دن کو جا سکھاؤ کچھ دن سے سکھاؤ
علم و ہنر کی دولت دنیا سے کھینچ لاؤ
گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو

ہے کیا مزا سفر میں گھر سے نکل کے دیکھو
کیا لطف ہے ظفر میں گھر سے نکل کے دیکھو
تم کیوں بڑے ہو گھر میں گھر سے نکل کے دیکھو
کیا کیا ہے بحر و بر میں گھر سے نکل کے دیکھو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

کنج وطن کو چھوڑو دیکھو نقصانے عالم
دلکش ہیں، دلکش ہیں نظارہ کے عالم
آنکھ، آنکھ آستر کھا کر دیکھو نقصانے عالم
دیکھو سہارا زہ تم کو دکھائے عالم
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

ملکوں کی درڑھن اک لے ہندو کیا تو
گھر سے نکل گئے ہیں کتنے ہی بھوکے پہلو
عالم میں ہے ردارو، تو مون میں تو نکالو
دنیا میں ہر جلاجل، اک سمجھو ہے ہر
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

بنیام لاری ہے بار صبا سنو تو!!
کس کو کیا رقی ہے کہتی ہے کیا سنو تو
مغرب سے آ رہی ہے کس کی حد سنو تو
کوئی وطن کا شیدا ہے کہہ رہا سنو تو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

تلوک چند محروم

”جیشہ وطن“

جاری رہی گا یوں ہی تو اد وطن کے جیشے
انداز خوش خرمی ہرگز یہ کم نہ ہوں گے
ایں عم گسار طفلی ایسکین یہ غم ہے بھلو
ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہوں گے

گورے کا سبزہ نارون میں کیلیتا ہوا تو
موجوں میں تیرے دلکش کیا بیج و خم نہ ہوں گے
یوں ہی وہاں رہے گا تو سبز و نارون میں
ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہوں گے

پتی پتی گی یوں ہی یوں کی تیرے ملیں
جھوٹے نسیم کے یہ کیا جی دم نہ ہوں گے
تیرا کرین گے یوں ہی غمناک یوں کے جوش
ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہوں گے

کھیل کرین کی بچہ سے سرخ کی کرن میں
سوتلی ہی رہے گی تیری دھن کے چنے
کیا شب کو جاننی کے سامان ہم نہ ہوں
ساحل پہ آہ تیرے اپنے آہم نہ ہوں
سرور جہان آبادی

دل بقرار سو جا!

کسی مست ناز کا ہے عہد انتظار سو جا
یہ نیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہو گے سر بھونکے
یہ تری صدائے ناز مجھے تہم نہ کر دے
مجھے خن رو لاسے ترا ویدم ٹرینا
ابھی دہان پان سے تر نہیں طاقی کرنا
و ترپ زمین پہ عالم بچہ کو دین تھالون
تھے جن کا ہے قصور، اسے مست عالم
تھے پہلا سا لہجہ ہے شب غم تیری ملا ہے
کلیں مرے نہ ظالم دل بے قرار سو جا

(سرور جہان آبادی)

”آغاز محبت“

یاد ہیں وہ سارے پیش از غم کے مزے
وہ سراپا از عشاء بیگناہ و رسم جفا
حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے
میری جان سے نگاہ و شوخی کی گستاخیان
یاد ہیں وہ حسن الفت کی نرالی شوخیان
شوق عرض آرزو کے وہ زلے و لوے
جلوہ تھی فزائے دلبر ابکی لذتیں :-
دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے
اور مجھے حاصل تھے لطف بے نہایت کے مزے
اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے
یاد کی جانب سے آغاز شرارت کے مزے
التماس عذر و تمہید شکایت کے مزے
فکر مضمر نہا کے عنوان کتابت کے مزے
بجودی اسے دل محمود حیرت کے مزے

یاد ہیں وہ آرزو ہائے لقاے دارمیں
یاد ہیں وہ انتظار نامہ محبوب میں
صحتیں لاکھوں مری بیماری غم پر تیار
وہ زمانہ بھی غرض کیا تھا زمانہ اطفال کا
دیکھ کر اس طفل کیش کی بیدار مے
بے سب مردوں سے وہ محبت کے مزے
(حرف موبائی)

”انجام محبت“

مجھ سے پوچھے کوئی انجام محبت کے مزے
مجھ پر احسان کر گئی وہ وہ فراموشی تری
کہ جن بھی داستان کو میری شکر لیل اٹھے
گو سراپ آرزو تھا تیرا بچاؤ و نا
آہ! امیہ جھول مریم مقصود میں
ذائقہ درد محبت کا تن آسا لون کو کیا
بحر الفت میں تھا طوفانِ شہدائے کا خطر
بے وفایا رستم پیشہ اگر نکلا تو کیسا
کم نہیں راہِ وفا میں انتقامت کے مزے

فغانِ دل

کہان گئی وہ جن خیر انبی جامہ داری
چلا جو فلسفہ منسوب اور دنیا سائنس
خزان کے آتے ہی لڑا دال گلشن پر
چاری صنعت و حرفت کو پوچھتا ہر کون؟
بنایا ہم نے تفاعل کو جب شمار اپنا
یہ تھی خود کو بھی جس پر بحال نچیر گری
یہ حکمت عملی ہے نہ حکمتِ نظری
یہ گل کھلے، نہ پھل آئے، یہی نہ شاعری
مشین اور کلون نے سکھائی بے ہنری
یہی افسوسِ فلاکت، یہی آوازِ خیری

جہان میں غیر ہیں ہشیار اور غم غافل
نہیں لغات و نقشب کی عادتیں اچھی
کسی کی طرز زندگی سے لین سبق ہم بھی
جوتی ہو پیش پرستی میں عقل بھی ناکل
ہماری قوم تو ہر قوم سے رہی آگے
مزدستی سے ممکن ہے صنعت اور پیا
یہ وقت ہے کہ گرین دور اپنی نادانی
فزون اور ہنر سیکھ کر بنیں ذی ہوش
سار اسے نہ مانہ ہیں یہ خوش آواز
مطلع و مال یہ کس کام آئے گا آخر
سوت ضرور ہے ہم کو اطاعت آقا
مرد و عجمیہ دنیا میں فکر عقبہ بھی
بنا تھا خن جگر سے ہمارا مال و دل

یہ کیا نہ میر تقی میر کی لہجہ تک نہ میری
کراہی قوم کی ہوتی ہے اس سے بڑھ دھکا
کہ تقصی نہیں عقلات کی فطرت انہری
نہ کھوئی بات ہی پہچانتے ہیں ہم نہ کھوئی
مگر عروج کے مانع ہے اب شکستہ پری
نہ ان کے فعل کو کچھ عین محال دور دوسری
رہے نہ ہند بھی اور پ کی صنعتوں بکری
دکھائیں ہمت مردانہ بن کے موبد کی
کہ اب ڈرا بھی مناسب نہیں ہوئے خبری
نہ کی یگانہ و بیگانہ کی جو چارہ گری
بیدار دل خود کو نہیں ہے خیرہ سری
نہیں ہے جا کے اتنا ست چنرل شاعری
نہرا جیت کہ اس نے دکھائی ہے انہری

ہون کے عشق سے باز آؤ در تہلے غمخو

مال کار ہے انسوس اور لومہ گری

محمد حسین مخوی لکھنوی

جنگل کی برستا

یہ نظر فریب منظر یہ فضا ہے برشکالی
یہ نسیم صبح پرور یہ گھٹائیں کالی کالی
لب جو برسے دالی
یہ بار سبزہ دگل یہ ادا ہے سرور کان
یہ صدائے بانگ لیل یہ طیور زمرہ خوان
یہ ہرے بھرے خیابان
یہ گلون کی جانہ زری یہ تپائے سبز و گلگون
یہ چمن کی دلفریبی یہ فضا ہے کوہ و لہرون
یہ ہار پر رنگ انسون
یہ پیچے کی صدائیں یہ ترانہ الی قری
یہ خشک خشک ہوائیں یہ نسیم بھینی بھینی

چکے والے جنگو یہ سواغش کا عالم یہ گھٹا کے بہرے گیسو یہ خوش آمدیم
 یہ خود برق سرورم
 میں نیم کے بہن چھائی کہیں باد کو ہیں دل کہیں سر پہ ہیں نائے کہیں مدد پہ ہیں گل
 کہیں کرکشی ہے کول
 میں قریوں کی کوکر کہیں سر کی صدن کہیں چہرے ہیں آہ کہیں جڑی ہیں گائیں
 کہیں اور کشتی ہیں گھٹا کہیں
 میں گلوں کی گھٹا میں ہوں اور ہی اپنی کہیں بند کی پھر ہیں لب جو یہ ٹھنڈی ٹھنڈی
 کہیں بہ رہی ہے کشتی
 ہی برق کا تبسم کہیں سر پہ ہے خوش کہیں مہر کا نام کہیں جوش پہ ہر طوفان
 کہیں سیل لہ لہاں
 ہی قوس ہے نمایاں بہ ہزار در بانی کہیں آفتاب ناہان کہیں تیرگی ہے چھائی
 کہ گھٹا ہے گھر کے آئی
 ہی چھینک رہی ہے گھٹے کہیں سید کون کی ٹوڑ کہیں گھٹے ہیں جو کہیں سر پہ ہے نرا گر
 کہ سرور خوان ہے بنجر
 اہل پرست ہیں جیسے قلعہ ہی ہوئی ہیں وہاں جو رہا ہے یہاں تو ہر اہل ہے میدان
 ہے زمین کا سبز دھان
 چٹک رہی ہیں کلیاں تو لہک رہا ہے سب جو ہوا ہے یہ انسان تو مہاک راہ ہے صہا
 کہ یہ رات ہے سوچ افوا
 سرور بخشش موسم یہ عجم رنج و غم یہ ساقی کا عالم یہ دور دور و فرقت
 ہے وطن کی یاد آفت
 ملاطفت مسافر جو میان رشت گھرا ہے گھر گھر آخر کو پڑھے ہوئے ہیں دریا
 یہ ہیں رات اور ستیا
 (شکریہ)

” طفلِ بزرگ “

(پہاڑ کے ایک منظر کو دیکھ کر)

وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا

اے بڑا! کھڑکھین سے اور اک غبار سا نکلا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا

وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا
وہ دیکھ کر کوہ کے پہلو سے طفلِ بزرگ اٹھا

لو بھگی بھگی بھگی ہوا آئی منہ پر سے لگا
لو بھگی بھگی بھگی ہوا آئی منہ پر سے لگا
لو بھگی بھگی بھگی ہوا آئی منہ پر سے لگا
لو بھگی بھگی بھگی ہوا آئی منہ پر سے لگا

بدلتا رنگ کھڑون میں مچا تا شو گھسا
بدلتا رنگ کھڑون میں مچا تا شو گھسا
بدلتا رنگ کھڑون میں مچا تا شو گھسا
بدلتا رنگ کھڑون میں مچا تا شو گھسا

(آبشار)

چم جلے کرہ و جھرا کے مسافر آبشار
 کیون سر سیم ہے کیون لپکھڑی آں ہے
 کس کے غم میں ہائے تو گھل گھل کے اپنی گہلا
 زندگی کیون تیری وقفہ نہ کران ہوئی
 کس قسمت کا ہو تیرے مارے میں اثر
 کیون ہی پہلو سکون دل کو تو سر ہٹا
 تیرے دامن میں جو رکش سبزہ گل کی بجا
 دشت میں جاسا ہیں ہر سہریں تیرے فیض کی
 چشمہ حیاں ہے تر نشہ دہان کیلئے
 اپنا جلوہ دیکھتے ہیں گھر میں ماہ و آفتاب
 مہتابان زری آنکھیں بھی جڑن خاک پر
 سیل چتری سے وہ جین خمیں حد ہے
 آگے گھرن چھپرے لگرا آہ سے کوا بار بار
 رات دن کھلکھلاش بحر الفت و آمین
 تو کہان حسیجی بحر ہے ایمان کہان
 اگر دشت دی وصل بحر ناہید اکناہ
 پانی مانا نہ میں کچھ ای دوست ہمت چکا
 یوں تلاش بار میں حیران وہ سرگردان ہیں
 ہو گیا شور یہ کان عشق میں تیرا اشار
 سوچے اب شکل کوئی باراد تو نے کیلئے
 جلوہ بہرے اپنی ہے کافی دوب مرتے کے لئے

محمد سیف الدین شباب (مخزن)

احمد علی بے غمی

نہیں ہے آگے گرگدا ہے
 ہر کی لڑکھوڑے کی گھنٹی ہون میں
 ہے گی اندر سے ہر عین کو کھلے گی
 اڑے گا ہر نفسی سے رنگ نادانی
 نصیب ہو گا نہ خواہ کر کچھ پھر ہونا
 جو میں نہ ہو گی تو گیس بھی نہ چھڑے گی
 مری گھنٹوں میں نہ کھلے گی ہر لڑکی
 ہلے اندر کوڑوں کی ہا سکون کو کھلے گی
 شجر کی تلخ نہ ہو نصیب پھر ہو گی
 کر ان ہر بات سکون کی ہوا کوں نہ
 گئے چلے گی میں ہر کے بدل کے پھر کرے گی
 ہر اور سے ہر کے اب ہی کہہ کر
 طے جہاد تو ہو جائے رنگ نہ میرا
 خدائیں سے کہ شاید ہر ان میں ہی ہیں
 گرد ہیں نہ سیر ہو کہ بدل سکون
 کہ ہر کوں کہ انہر سے نہ اڑا گل میں
 نہ کیا سے گا آگے کوڑوں کا لالچ ہے
 ملے ہے سخت ہی چیز شوقی ہے جگ ہے
 غمی احمد علی شوقی کہنری

سواو شام

سکوت شام کا حال ہے کیا نشا طافرا
 نیالیاں، نئی دکن ہے خلی ہوا
 کر دل بھی بھی سانچے میں سے پھر ٹھٹھا
 عروس دہرے ہر لاس ہے پھر نیا جڑا

نہیں ملک کے حُرکات کا ایک ہلکا سا رنگ
 در پہ پاکی نہ نہیں ہے مدد نہ تیر
 نظر فریب یوں بھٹ پٹے میں اپنا
 فرستادن کے جبر مشا میں توں سے
 سود شام کا منتظر بھی ہے تجھے کش
 نقشہ نوں میں مرغان خوشنماں کا
 نہ شام کی گھبراہٹ نہ اندیشوں کی
 کیمرہ دن کی فرشتوں کی ایک آنکھ کا
 کسی ندی کے کنارے پر پلودہ اس شیب
 رگوں کے خاک کے شرکوں پائوں آتے
 ہو نکلے سرسبز غریب غرض خوش
 فضا کے لالہ دل - جلوہ بہار شفق
 گلون میں سے کسی گلگون تہائی روانی
 ہے اک روش پکڑی محبت سے دیکھو
 جمن میں ملے ہو جمن میں اس اچر یوں
 چنگ رہی نہیں میلی کی بارش میں کلیان
 ملتا ہے لب خیر - سبزہ کو حیرت
 جمن میں آئے ہیں جیسے کہ چھل خیر ہیں
 کسی کا رنگین عراشیل کسی کا دین سخن
 بہار نقش قدم گل کھلا رہی ہے عجیب
 وہ چھل گلون کی صدا اور وہ گونگن کا شور
 شباب کی بھی ادائیں عجیب ہیں مشاعرہ
 بہار خوش جوانی ہے دید کے قابل
 قریب وعدہ شب آگیا ہے لے آتے
 ابھی سے دل ہے کسی کا دھڑک رہا تھا

شوق میں کوئی سوچ بھیلا بھیلا
 کہ سرور کیا سبزیب میں آگ کا گرا
 کسی کے زہر پریشان جیسے زلف دیا
 کہ جیسے زہریت مٹل ہو کر فی ماہ لقا
 چٹک رہے ہیں تنگدہرے ملک ہی ہوا
 کہ اب جسے نہیں ملاساں نہ میرا
 نہ فاسے کی ہر کوئی نہ قریوں کی صدا
 ہوئی جو شام تو رہتی سے آکر چلا کو
 سفارقت نہ مرخاب کا ہو اب جڑا
 جو تیر ترختی جلتی - وہ تھم گئی ہے ہوا
 جس سے تھے وہ مسافر جہاں وہ پیم
 یہ وقت بھی ہے عجیب کہ انبساط افزا
 پر ہی دشمن کی ہے سبزہ میں لفر پہا
 فضا کے باغ کن آنکھوں سے تر گشت ملا
 حسین پر جیسے طر حصار کرئی ابھیلا
 میں بردن کے خزانہ ہے یا کوئی چھوڑا
 نسیم چھلون کے دھڑکے لہجہ بھیلا
 اکھاڑا پر یوں کا یا آساں سے اوترا
 جمن میں دید کے قابل ہو گھر غزل کی ادا
 کہ سرخ سرخ ہے رنگ ملتے نہ نقاب
 میں ہون کا وہ سینہ او بھار کر چلتا
 مسل رہی دل عشاق کو ہے نقرش پا
 اٹکے بھرتی ہے دل کو پریشون کی اٹک
 تو اب شیر بارشیں اعظم بھی

حیرت کیا ہے زبانِ ناطق سے جلائی
کچھ بات نہیں ہو گئی آئی کوئی
دو ہو غصے ہیں نوح کہ گویا ہیں جدا
حکمر کی بنیاد ازل سے بڑی
(منذریہ الشرق)

رباعی شوق کھنوی

امید کا سودا غلشِ بیج کی ہے پے
حاصل دولتِ رضا و تسلیم کی ہے
میں ہوں اے شوقِ ملکِ ہفت ازم
شاہنشاہی بہفتِ اقلیم کی ہے

رات اور شاعر

ایک دل آویز کالم

رات :-

کیون میری جان فانی میں پھرا ہر تریشیاں
خاموش صورت گل مانند بو پریشان
تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو
بھلی ہے کوئی میرے دریاے لور کی تو
یا تو میری جبین کا تار اگرا ہوا ہے ؟
رفت کر چھو کر جمہستی میں جا بگا
خاموش ہو گئے ہیں تارِ رباب ہستی
ہے میرے آئینے میں تصویرِ خواب ہی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے
شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکون سے
سامل سے لگے موجِ بیابان سو گئی ہے
آزاد رہ گیا تو کون کر مرے فتنے سے

شاعر :-

میں تری جانز کی کھیتی میں گہر رہا ہوں
چھپ کے انسانوں سے اندر چھڑا ہوں
دل کی شورش میں نکلتے ہوئے کرتے ہیں
عزتِ شب میں مرے تنک ٹپک ٹپک

مگر میں فرار و پناہ ہے سناٹا کس کو
تبدیلِ شوق کا نظارہ دکھانے کو
دیکھنے والی ہے حیا کیوں کہیں سحر بڑا
آہ اے رات بڑی درد ہے منزل کا
عہدِ حاضر کی پوچھ اس پوچھ میں ہے اسکو
نہے نقصان کا اس سناٹے میں جو اسکو
ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گہرا ناہون
تیرے تابندہ سناٹوں کو سناٹا ناہون
ڈاکٹر اقبال ایم اے میر شریک شاہ
(پنجاب دیوبند)

احبابِ وطن سے خطاب

اے وطن دلازمین کفِ محبت کی قسم
لطفِ صحبت کی قسم خوش قسمت کی قسم
عیشِ درہست کی قسم جبرِ الفت کی قسم
اپنی زحمت کی قسم اور میری حسرت کی قسم
سچ بتا کیسی ہم بھی تمہیں یاد آتے ہیں
جھوٹ ہی کہہ دو کہ ان آئے ہیں یاد آتے ہیں
نہ سہی بزم میں تنہائی میں چپکے چپکے
نہ سہی دن میں کبھی رات کو لیٹے لیٹے
نہ سہی جان کے پونہ کی کبھی ہولے ہولے
نہ سہی بیٹھ کے تھکا اجمی چلتے پھرتے
یاد کر لیتے تو کچھ باعثِ یمن تک نہ تھا
کچھ تو خاطرِ میر کی گرتے کہ میں نزدیک نہ تھا
ایک بھولے سے اگر بان کبھی ٹپکی آتی
کچھ سمجھ کر رو نہی ہم کرتے تسلی اپنی
بقیہ ازسی دل مضطر نہیں اچھی اتنی
یاد کرتے نہ اگر جھکو تو بھی کیسی
ہے مگر سب یہ اس وقت کہ وہاں وہاں بھی
جائے دورِ میان کو کم بخت کا امکان بھی ہو
بزم کے ہم بھی تمہارے ہی کبھی تو اک
اب یکایک بات ہوئی دل سے جو لین یا کر
اب بھی معلوم ہو کہ تمہارا اک ہو
اپنے پیاروں کیلئے مجھ کو گران ہو گیا غفر
کیسے یاد ہو کر یہ کہ نہ مجھ کو لگے ہمیں

ہم ہیں اور عالم ہماری کا خاموش تھا
 ہم ہیں اور کسی کے خدا اس کا کہہ نہ سکا
 ہاں احباب بھی آتے ہیں سے کھیراتی ہے
 اس بھی اپنا مانتا ہے جیسا بھی ہے
 کیا قیامت ہو کہ یوں ہم دین پا جائیے
 اور نہ کوئی دیکھ سکے ظالم اس کی پر راہ
 ہم نہیں بھی تو کچھ دیکھ سکیں کہ وہابی ماہ
 کیا محبت ہو یہی رو یہی سماں
 آنکھ کے ساتھ سب بڑی بگت ماری ہے
 جس کا یہ گئے ہم اب بھی اب بھلا ہے
 کہ انہوں میں یوں ظالم نے خدا
 کہ وہ اب اس کی کوئی نہ تھا
 اس سے پیشتر کہ کوئی پاک ہے
 اس سے پہلے کہ کوئی پاک ہے
 جس کی گرد میں بس تکیہ چلو ہو جائے
 شہر بادشاہی گڑھی
 "مرد کے عام"

کلام الکبر

بہت ہی عمدہ پہلے ہر شے میں
 جو چاہے کھولے وہاں وہ حالت کو
 نگاہ کرتے ہیں حاکم بہت حق سے
 خلیل قہر میں جو کہ ہے نہ محسوس کے
 عطا ہوئی ہے یہاں بیرون کو آزادی
 محل میں علی ٹاک دیا کہ ہے روش
 کچھ بھی شے ہے کہ نسل میں آئین کی
 طرح طرح کے بناو لہاں رنگارنگ

کہ طرح کے خدا اب بھی ہیں اول بھی ہے
 کہ نسل میں ہی وہی اسکی چل رہی ہے
 تعدادی ہر شے میں کہ کچھ زیادہ دل بھی ہے
 کہ شیخ سودھی ہیں اور قدم رچل بھی ہے
 کہ حاکم ان میں ہے قابل تو وہاں دل بھی ہے
 اگرچہ دل میں نہان عظمت رچل بھی ہے
 جو انہاں میں ہے وہ تو وہ قبول بھی ہے
 علاوہ کوئی کے کہ شے میں اور دل بھی ہے

ایک دہائی کے بعد میں نے یہ سب کچھ
 اُس پر کیا اور میں نے اس کو
 شکستہ ایک نیا ہر وقت دہر دہن کیلئے
 نظر دار ہے پتہ میں پہلی ہی ہے
 جب اتنی تین موعود میں یہاں اکبر
 پہنچ گیا ہے جو ساتھ لکے تو ہم کا
 "نقشہ"

ماریا سمین

آجیے سے لگاؤں مجھ کو ماریا سمین
 یہ تیاہت کے شکن اور یہ بلا کیلئے غم
 ہے تیرے حسن سے دل کو الگ کیلئے
 آہ ظالم آنسو ہی بہتا ہے گری ہو اس پر
 مجھ کو کہ لڑتے ہو مٹی آہ تیرے زہریلی
 شہ کو اپنی سے دامن بلکہ لکھا ہے کہ
 گرمیوں میں جیسے مسلسل ہے سینہ کو پسند
 بچن اچھا کر آہ سی میں وہ ہر زائرا
 میری وہ زار و غمیں پہنچا کر کہ تیرے
 اور شکر آہ جان میں کشت زلف و راز
 تیرے میرے گیسو دن والے کی آہ
 اور شکر آہ کب کلا کھتا ہوں مجھے

میں تو دنیا گیسو دن والا کھتا ہوں مجھے

طول خیمہ ہے جہاں تو ہے از حد دلا
 اک دلے عشق بھی مضربے رنج میں
 مہوشوں کی شام خلوت میں ہر روز جھٹکے
 کر دے گل کہ اس کے کلب سناں کے چراغ
 کچھ کہ ظالم اپنی فامت کی مدد میں کچھ
 تو میرے گیسو دن ہے کہ او شہر طوفانی
 اور شکر میں ہر وہ دن اہل ہے جا کلا
 تیری آنکھوں سے کئے کیا کیا قصہ ہزار

باطن میں جو سر سے پہنے ہوئے تھے
 جب نظر آئے کسی سے منہ پھیرے نہ تھے
 ہون اسے باعثِ ہمتوں پر اسلام آئے تھے
 میری نظروں میں ہیں وہ دنوں کے گویا
 دوش بھی ہاٹے طلسمِ دامن ہستی ٹوٹ جا
 دوست دشمن میں رہے اپنی نہ ٹانھا تو تیر
 میں سمجھ کر کسی کافر کی زلفت غنیمت
 آستین میں اپنی بالوں کچھ کوامد آستین
 (سرورِ جہان آبادی)

کلام اکبر

بے پردہ کل چہرہ نظر آئی بیباں
 پر چھپا چوکن سے آپ کا پر دارہ کیوا
 اگر زمین میں غربت تھی سے گرو گیا
 کہنے لگین کہ عقل پھر وہاں سے چڑ گیا

ختم شد!

کتاب ملنے کا پتہ

- (۱) جے۔ ایس۔ سنت سنگھ تاجر ان کتب لوہاری دروازہ لاہور۔
- (۲) محمد ایوب صاحب پے ہاؤس بمبئی نمبر ۳۹
- (۳) مبارک افندہ صاحب تاجر کتب سندریچ نمبر ۹۹

ہرست کتب نفیث

قلیچ یوزب یا سرای پورین کا بیان قابل ترجمہ نثر عظیم نویسنے کا بیان کی تحریر
 واقعات اور دائمی قابلیت کے حیرت انگیز تذکرے مکہ جو یقین اور ذرا اس کے لئے
 مردوں کی قلی قلی اور مردوں کا کیش جو جوانوں کا عشق اور نبات عمر، خطرناک سارا کیش
 سرکاری جاسوس کی کارکناریان ہیئت فی جلد
 مغربی معاشرت کا دلکش افسانہ صورت پرستوں کے
 شیرنگ شباب یا برت کی ویوی سارا یا نہ عورت نفسیات کی دانش میں حضرات المسلمین
 کا مدح و تحقیر سہم رسیدہ اگر بڑی خاکوں کی کہانی شباب کی تمدن و ترقی کا مہر
 اکثر تجزیہ اس دہائی کے عورت و عورت پر مسلط علم یا مان لکھ دیاں کے لئے
 سانس کے کرشمہ حسی و حسی کے پر لطف مناظر، واقعات کی چاشنی مشرق
 غری شہزادہ عاشق و معشوق کا کسی اور کو دل دینا اور برتیاں جو عاشق حقیقی کا نام
 اور ہمارے مائے پوریا رقیب کی شاطراہ چالیں آخر میں عاشق صادق کی کلاسیا
 رقیب و اہوس کی شکست نہایت برا اثر اظہار میں تمام واقعات دکھائے گئے ہیں
 مرقع آدب - ہندوستان کے اشراف و اراکین اور محققین اس مسئلہ میں کے لئے
 دلچسپ اور بڑا معلومات خلو کا تابیاب مجموعہ - قیمت
 لکھنؤ کی مشہور و بیک ملک چان کے خزانہ کا دار، خاتون کی دلچسپی و ترقی
 لکھنؤ و گنبد اہل دین و خزانہ کے حیرت انگیز کارنامہ سرائے غریب کی دلچسپی و ترقی
 کی عیاریاں، کرسی کے عشق کا راز و نیاز لکھنؤ کی شہر افواہوں کا دلکش نتیجہ
 شہر و ماضی مصری علاء جرجی زبان انجیل
 عروس فرغانہ یا شوش گلنارہ (قاجارہ) کے تاریخی اور حسی و حسی کے دلگداز مصر
 افسانے کا ترجمہ جس میں غلیظہ مقصود ہمارے عہد حکومت کے پراسرار واقعات
 ۱۲۷۰ھ - خدائیاں ملک ایران میں کی حکومت قاجاروں کو قائم کرنے کی سرپرست
 کو شیشین سلطانوں اور روسیوں کی قسمت آزمائیاں مکرور کا طرز معاشرت و مذاکرہ
 اخلاق، جنگ و عمریا کے حالات -
 ہما دیو پور شاہ و تاجر کتب لکھنؤ

